ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان
01 جنوری 2026ء | رجب المرجب 1447ھ

عزم وہمت اور صبر واستقامت کے
96 سال

- مجلس احرار اسلام............96 برس قدیم جماعت
- مجلس اتحادِ امت پاکستان کا نمائندہ اجتماع اور تمام مکاتبِ فکر کا متفقہ مؤقف
- الحاد کا فکری چیلنج اور مدارسِ دینیہ کی عصری ذمہ داری
- تذکرہ خلیفۂ راشد سادس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ
- جدیدیت کا آئیڈیل انسان اور اسلام کا آئیڈیل انسان دو مختلف دنیاؤں کے دو مختلف انسان
- قادیانیوں کو دعوت دینے کا طریقہ۔۔۔فکری وعملی رہنمائی

عَنْ اُم حَرَامٍ اَنَّھَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّم یَقُوْلُ :اَوَّلُ جَیْشٍ مِن اُمَّتی یَغْزُونَ البَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوا، قالَتْ اُمُّ حَرامٍ: قُلتُ: یا رَسولَ اللّٰہِ أنا فیھم؟ قالَ: أنْتِ فیھم، ثُمَّ قالَ النبیُّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّمَ: أوَّلُ جَیْشٍ مِن أُمَّتی یَغْزُونَ مَدِینَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُورٌ لھمْ، فَقُلتُ: أنا فیھم یا رَسولَ اللّٰہِ؟ قالَ: لا. (صحیح البخاری)

سیدہ ام حرام نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "سمندری جہاد کرنے والا میری امت کا پہلا لشکر (اپنے حق میں جنت کو) واجب کر لے گا۔" سیدہ ام حرام نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیا میں بھی ان لوگوں میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ان میں ہوگی۔" پھر فرمایا: "قیصر کے شہر والوں سے جہاد کرنے والا میری امت کا پہلا لشکر بخشا ہوا ہوگا۔" میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آیا ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں۔"

اسلامی تاریخ کا پہلا بحری بیڑا

فرما گئے یہ ہادی
لا نبی بعدی
مسلمانو! پرچم ختم نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدہ ختم نبوت پر آنچ نہ آئے (حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری)
مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام
سالانہ
10 روزہ
ختم نبوت ﷺ کورس
حضرت مولانا امیر شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری
رحمۃ اللہ علیہ
بتاریخ
24 جنوری 2026 ہفتہ تا 3 فروری 2026 منگل
بمقام
مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی نزد MDA چوک ملتان
اختتامی تقریب و تقسیم اسناد
4 فروری بدھ
زیر سرپرستی
عارف باللہ
پیر طریقت
حضرت مولانا
پیر محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
پاکستان
زیر سرپرستی
پیر طریقت رہبر شریعت
مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب
پاکستان
آل نبی اولاد علی
نواسہ امیر شریعت
زیر نگرانی
مولانا حافظ سید محمد کفیل بخاری صاحب
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
عنوانات
عقیدہ ختم نبوت
رفع و نزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
مقام صحابہ و اہل بیت
ظہور سیدنا امام مہدی
سنت و حدیث کی شرعی و قانونی حیثیت
انکار ختم نبوت پر مبنی فتنوں کی تاریخ
الحاد و لادینیت
تعارف ادیان باطلہ
تاریخ احرار اور محاسبہ قادیانیت
آیۃ الخیر
یادگار اسلاف، ترجمان مدارس دینیہ
حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
ملتان
عظیم مذہبی اسکالر
جانشین امام اہل سنت
حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی صاحب
شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم
گوجرانوالہ
جید علماء کرام، مشائخ عظام، شیوخ الحدیث
مناظرین، ریسرچ اسکالر، ماہر قانون دان
لیکچر دیں گے
نوٹ موسم کے مطابق بستر همراه لانا انتہائی ضروری هے
خواہشمند حضرات اس نمبر پر درخواست وٹس ایپ کریں
0304-2265485
شرائط داخلہ
کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک۔
سادہ کاغذ پر درخواست لکھ کر جمع کروائیں۔
شناختی کارڈ ہمراہ رکھیں
طعام و قیام کا معقول انتظام ہوگا۔
کورس کے اختتام پر سو فیصد حاضر رہنے والے کو بطور انعام قیمتی کتب کا سیٹ دیا جائے گا۔
کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا، کامیاب ہونے والوں کو اضافی انعامات سے نوازا جائے گا۔
0300-6385277
0305-7825970
0303-7391984
0347-6677467
0303-7394352
مجلس احرار اسلام پاکستان
شعبہ نشر و اشاعت
0303-6631714, 0332-4146316, 0303-5561802

بانی

ابن امیر شریعت حضرت
مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

بیاد

حضرت امیرِ شریعت، سید الاحرار
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی و امیر اوّل مجلس احرار اسلام

Regd.M.NO.32 | شمارہ 01 | جلد 37

جنوری 2026ء — رجب المرجب ۱۴۴۷ھ

بفیضانِ نظر

جانشینِ امیرِ شریعت، امام الاحرار حضرت مولانا
سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ
ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ
(مسند نشین خانقاہ سراجیہ)
سرپرست شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب پروفیسر خالد شبیر احمد صاحب
جناب ملک محمد یوسف صاحب

مُدیرِ مسئول: سیّد محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، میاں محمد اویس
سیّد عطاء المنان بخاری، ڈاکٹر محمد آصف، مولانا تنویر الحسن احرار

منتظم ترسیلات: محمد فیصل اشفاق، احمد علی
رابطہ 0304-2265485

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک — 600/= روپے
بیرونِ ملک — 9000/= روپے
فی شمارہ — 50/= روپے

رابطہ: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان
www.ahrar.org.pk kafeel.bukhari@gmail.com
majlisahrar@hotmail.com majlisahrar@yahoo.com

شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان
ناشر: سید محمد کفیل بخاری
طابع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان

ترسیل زر بنام ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان
اکاؤنٹ نمبر یو بی ایل 0278-1005278
ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

اداریہ	مجلس احرار اسلام............96 برس قدیم جماعت	سید محمد کفیل بخاری	3
//	مجلس اتحادِ امت پاکستان کا نمائندہ اجتماع اور تمام مکاتبِ فکر کا متفقہ مؤقف	//	4
افکار	جدیدیت کا آئیڈیل انسان اور اسلام کا آئیڈیل انسان دو مختلف دنیاؤں کے دو مختلف انسان	جناب عاصم افتخار	9
//	الحاد کا فکری چیلنج اور مدارسِ دینیہ کی عصری ذمہ داری	مولانا محمد ازہر	11
دین و دانش	الجواہر السنیۃ فی السیرۃ النبویہ (قسط نمبر:10)	محمد احمد بن الفارسی مترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر	15
//	تذکرہ خلیفۂ راشد سادس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ	حافظ عبید اللہ	18
فکاہات	’’پلّوں کی بُھوں بُھوں‘‘	انتخاب: احمد علی	27
خطاب	مقام ختم نبوت و مقام صحابہ رضی اللہ عنہ (قسط نمبر:8)	مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ	28
//	سیرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (قسط نمبر:3)	سید عطاء المحسن بخاریؒ	34
شخصیت	ایں خانہ ہمہ آفتاب است	مولانا بلال احمد خان	39
آپ بیتی	محاذِ ختم نبوت پر گزرے وقت کی یادیں (قسط نمبر:14)	مولانا محمد مغیرہ	47
مطالعہ قادیانیت	قادیانیوں کو دعوت دینے کا طریقہ۔ فکری و عملی رہنمائی	ڈاکٹر محمد آصف	54
قبول اسلام	من الظلمت الی النور	مرتب: ابومروان	57
اخبار الاحرار	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	58
ترحیم	مسافران آخرت	ادارہ	63

☆......☆......☆

دل کی بات　سید محمد کفیل بخاری

مجلس احرار اسلام............96 برس قدیم جماعت

مجلس احرار اسلام حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری اور امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہما اللہ کی قائم کردہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی بانی جماعت ہے۔ 29 ر دسمبر 1929ء کو لاہور میں یہ حریت پسند جماعت قائم ہوئی۔ 29 دسمبر 2025ء کو احرار اپنی عمر عزیز کے 96 برس مکمل کر چکی ہے۔ ان چھیانوے برسوں میں اکابر احرار، کارکنان احرار اور مجلس احرار اسلام کیسی کٹھن راہوں سے گزرے اور آزمائشوں کی کن گھاٹیوں کو عبور کیا یہ بہت تلخ اور صبر آزما داستان ہے۔ یہ عشق ومحبت، ایثار وقربانی اور جہد مُبین کی عظیم تاریخ ہے۔ احرار اپنی عمر عزیز کی صدی پوری کر رہی ہے۔ احرار کے قائم ہوتے ہی اس کی مخالفت، حسد وبغض اور انتقام ودشنام کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، جو آج تک جاری ہے۔ بانیان احرار کے خلوص اور کارکنان احرار کے حوصلہ واستقامت کے کیا کہنے۔ یہ انہی کا فیض ہے کہ احرار آج بھی پورے دَم خَم کے ساتھ قائم ودائم ہیں۔ الحمدللہ والشکر للہ۔

سلام صد ہزاراں سلام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر، خواجہ عبدالرحمٰن غازی اور ماسٹر تاج الدین انصاری رحمھم اللہ پر جنہوں نے حصولِ آزادی اور تحفظ ختم نبوت کا پرچم بلند رکھا اور اپنے عظیم الشان مقاصد میں کامیابی حاصل کی۔

ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں، ابناء امیر شریعت امام سید ابو معاویہ ابوذر بخاری، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا سید عطاء المؤمن بخاری، اور مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمھم اللہ اور اُن کے قابل قدر رفقاء کو جنہوں اس تاریخی امانت کی حفاظت کی، قافلۂ احرار کو رواں دواں رکھا، سازشوں، تہمتوں اور دسا ستوں کا پوری جرأت واستقامت سے مقابلہ کیا۔ علم احرار بلند رکھا اور احرار کا چراغ مصطفوی روشن کر کے قادیاں کا شرارِ بولہبی گل کیا۔

آج یہ امانت ہم عاجزوں کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس امانت میں خیانت، چوری، انتشار وافتراق اور جتھہ بندی کی ہر سازش کو ناکام کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔

میں اپنے تمام رفقاء سمیت احرار کارکنوں کی وفاؤں کو سلام عقیدت ومحبت پیش کرتا ہوں جنہوں نے احرار کے چھیانوے سال مکمل ہونے پر یوم تاسیس کے حوالے سے ملک بھر میں پرچم کشائی اور جماعت کی تعارفی تقاریب کا عظیم الشان سلسلہ قائم کیا۔

احرار کارکنو! آگے بڑھو، بڑھے چلو، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، اسلام کی تبلیغ و دعوت، مخلوق خدا کی خدمت اور وطن عزیز سے محبت کے عظیم الشان مشن کی تکمیل کے لیے پرامن جدو جہد کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ آپ کا، ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین

مجلس اتحادِ امت پاکستان کا نمائندہ اجتماع............اور تمام مکاتبِ فکر کا متفقہ مؤقف

مجلس اتحادِ امت پاکستان کا ایک نمائندہ اجتماع یکم رجب 1447ھ مطابق 22 دسمبر 2025ء بروز پیر کراچی میں منعقد ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور دینی جماعتوں کے سربراہان و نمائندگان شریک ہوئے۔ راقم کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی مگر اپنے احوال کے پیش نظر شریک نہ ہو سکا۔ دعوت نامہ تین شخصیات حضرت مفتی محمد تقی عثمانی (صدر وفاق المدارس) حضرت مولانا فضل الرحمٰن (امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان) اور حضرت مفتی منیب الرحمٰن (صدر تنظیم المدارس پاکستان) کے دستخطوں سے جاری ہوا۔ ایجنڈا درج ذیل تھا۔

(1) اٹھارہ سال سے کم عمر نکاح پر پابندی کا قانون

(2) ٹرانس جینڈر ایکٹ

(3) اعلیٰ عہدداران کے لیے عدالتی کارروائی سے استثناء

(4) دستور کی مُتعینہ مدت میں سود کے خاتمے کے راستے میں رکاوٹیں

یہ ایجنڈا حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے پیش کیا، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم نے ایجنڈے کی روشنی میں قومی، بین الاقوامی پالیسیوں، پارلیمانی کاوشوں اور حکومت کی طرف سے پیدا کی جانے والی مشکلات سے شرکاء اجلاس کو بالتفصیل آگاہ کیا جبکہ اجلاس کا اعلامیہ حضرت مفتی منیب الرحمٰن زیدت معالیکم نے پڑھ کر سنایا۔

یہ ایک جامع اعلامیہ ہے جو تمام مکاتب فکر کے علماء اور دینی جماعتوں کے سربراہوں کا متفقہ مؤقف ہے۔ اس میں پاکستان اور افغان تعلقات کی کشیدگی، غزہ و فلسطین میں حماس کو غیر مسلح کرنے اور پاکستانی افواج بھیجنے، آئین پاکستان کے تحفظ اور خلاف آئین غیر اسلامی قانون سازی، دینی مدارس کی رجسٹریشن اور حکومت سے معاملات طے ہونے کے باوجود رجسٹریشن اور دیگر مسائل کے حل میں رکاوٹوں جیسے اہم عنوانات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ آخر میں دس نکاتی اعلامیہ جاری کیا گیا۔ یہ علمی مشاورت ملک کو درپیش داخلی و خارجی مسائل کے حل کی ایک سنجیدہ اور مثبت کوشش ہے۔ حکمرانوں کو اس کی قدر اور پیش کی جانے والی تجاویز پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان، مجلس اتحاد امت کے متفقہ اعلامیے کی مکمل تائید و حمایت کرتی ہے۔ اعلامیہ پیش خدمت ہے۔

(1) آئین پاکستان دفعہ 277 کی رو سے حکومت پر لازم ہے کہ وہ ملکی قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنائے، کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہ بنائے، اس غرض کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی مکمل سفارشات تیار کی ہوئی ہیں، آئین کی رو سے ان کو پارلیمنٹ میں پیش کر کے ان کی روشنی میں قانون سازی حکومت کی ذمہ داری ہے، لیکن افسوس ہے کہ سالہا سال گذرنے کے باوجود اب تک انہیں پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا گیا، یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ نفاذ شریعت کو اولیت دے کر یہ سفارشات پارلیمنٹ میں پیش کرے اور ان کے مطابق قانون سازی کرے۔

(2) ملک میں اسلامی قوانین کے اجراء اور غیر اسلامی قوانین کے خاتمے کے لئے موثر ترین ادارہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بینچ ہے، آئین کی رو سے وفاقی شرعی عدالت میں تین علماء کرام ہونے چاہئیں لیکن عرصہ دراز سے یہ عدالت علماء ججوں سے خالی ہے، نیز شریعت اپیلٹ بینچ میں بھی علماء کی عدم موجودگی ایک سوالیہ نشان ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ان عدالتوں کی طرف عوام کے رجوع کی شرح بہت کم ہوگئی ہے، یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ آئین کے مطابق علماء ججز کا تقرر یقینی بنایا جائے۔

(3) ۲۶ ویں آئینی ترمیم ایک مستحسن اقدام تھا کہ ملک سے سود کے مکمل خاتمے کے لئے ایک مدت متعین کر دی کر دی گئی تھی جو 31 دسمبر 2027ء کو ختم ہوگی، یکم جنوری 2028ء سے سودی نظام کو مکمل ختم کر کے اسلامی مالیاتی اور بینکاری نظام کو نافذ کرنا تھا، سٹیٹ بینک سے تمام بینکوں کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ وہ مذکورہ مدت میں اپنے تمام مالی معاملات کو سود سے پاک کر لیں، لیکن اس عمل کر سبوتاژ کرنے اور اس میں رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، باوثوق ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وزارت قانون کی طرف سے ایک یادداشت تیار کی گئی ہے جس میں ان بینکوں کو اس حکم سے استثنیٰ کی تجویز پیش کی گئی ہے، جن میں غیر ملکی افراد حصہ داری (شیئر ہولڈنگ) ہے، اور یہ بھی باوثوق ذرائع سے معلوم ہو ہے کہ بڑے بینکوں کی اکثریت کو استثنیٰ دے بھی دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ کچھ بین الاقوامی معاہدات کا یہی تقاضا ہے، ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ملک کے اندر آئین پاکستان کو برتری حاصل ہے اور جو بھی غیر ملکی کمپنی پاکستان میں کام کرتی ہے اسے پاکستان کے قانون کے تابع رہ کر ہی کام کرنا پڑتا ہے، یہ ایک مسلم اصول ہے کہ بین الاقوامی معاہدات جب تک پارلیمنٹ کے ذریعے قانون نہ بن جائیں، انہیں دستور اور قانون پر بالادستی حاصل نہیں ہوتی، اس لئے یہ عذر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے مترادف ہے، یہ اجتماع متفقہ طور پر یہ مطالبہ کرتا ہے کہ دستور میں سود ختم کرنے کی جو مدت مقرر کی گئی ہے اس پر مکمل طور سے عمل کیا جائے۔

(4) حال ہی میں ستور پاکستان میں 27 ویں آئینی ترمیم انتہائی عجلت کے ساتھ منظور کی گئی ہے اس ترمیم میں متعدد امور عدلیہ کی آزادی پر قدغن کے حکم میں ہیں اور ایک بات قرآن وسنت سے صراحتاً متصادم ہے کہ صدر پاکستان اور افواج پاکستان کے بعض اعلیٰ مناصب پر فائز افراد کو نہ صرف ان کی مدت کار میں بلکہ تاحیات ہر قسم کی فوجداری کارروائی سے مکمل استثنیٰ دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے ان کے کام چھوڑنے کے بعد بھی زندگی بھر وہ ہر قسم کے جرم کی باز پرس سے آزاد رہیں گے، یہ استثنیٰ قرآن پاک کی آیات اور سنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں عین حالت جنگ میں خود اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش کیا، خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ اور خلیفہ چہارم حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے دور میں اپنے آپ کو عدالت میں فریق ثانی کے ساتھ مساوی حیثیت میں پیش کر کے بلاامتیاز اور شفاف عدل کا نمونہ پیش کیا۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ''بنیان مرصوص'' کے معرکہ میں کامیابی پر افواج پاکستان مبارکبادی کی مستحق ہیں، لیکن ان کے اعلیٰ مناصب کو استثنیٰ دینا ان کے مناصب جلیلہ کے شایان شان نہیں ہے بلکہ یہ ان کے کردار پر دھبہ لگانے کے مترادف ہے، ہمارا آئین 1973ء سے تمام حلقوں کی طرف سے متفقہ چلا آرہا تھا مگر 27 ویں ترمیم کی منظوری کے بعد آئین کو متنازعہ بنا دیا گیا ہے، لہٰذا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ اس ترمیم کو منسوخ کیا جائے یا قومی مشاورت اور پارلیمنٹ کے اتفاق سے دستور پاکستان کی روح کے مطابق ڈھالا جائے کیونکہ دستور کسی بھی قوم وملت کا اجتماعی میثاق ہوتا ہے۔

(5) جون 2025ء میں اسلام آباد دارالحکومت کے لئے ایکٹ نمبر 11 نافذ کیا گیا ہے اس میں 18 سال سے کم عمر کے لڑکے یا لڑکی کے نکاح کرنے، کرانے اور نکاح پڑھانے کو جرم قرار دیا گیا ہے، اور اس کے لئے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں، اندیشہ ہے کہ یہ قانون تمام صوبوں سے بھی منظور کرایا جا سکتا ہے جبکہ سندھ کی حکومت پہلے ہی ایک ایسا قانون بنا چکی ہے، یہ اجلاس واضح الفاظ میں یہ قرار دیتا کہ یہ قانون قرآ وسنت کے بالکل خلاف ہے، اسلام میں نکاح کی کوئی عمر مقرر نہیں بالخصوص بلوغت کے بعد جو ہمارے ملک میں عموماً بارہ سے پندرہ سال کی عمر تک ہو جاتا ہے، کسی شخص کے لئے نکاح پر پابندی عائد کرنا موجودہ ماحول میں ناجائز تعلقات اور زناکاری پر آمادہ کرنے کے مترادف ہے، لہذا اس اجلاس کا متفقہ مطالبہ ہے کہ اس وفاقی قانون اور سندھ کے پابندی کے قانون کو منسوخ کیا جائے۔

(6) ٹرانس جینڈر ایکٹ سن 2018ء نافذ ہوا تھا جسے وفاقی شرعی عدالت نے قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا تھا لیکن حکومت نے اس کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ اپیل دائر کر دی جو ابھی تک زیر التواء ہے جس کے نتیجے میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ معطل ہے اور قانون فی الحال جوں کا توں موجود ہے، البتہ شنید ہے

پارلیمنٹ کی کوئی کمیٹی اس میں ترمیم پر غور کر رہی ہے، یہ اجلاس واضح الفاظ میں قرار دیتا ہے کہ تخلیقی طور پر جس شخص کا جنس مشتبہ ہو، اسے اسلامی اصطلاح میں خنثیٰ کہا جاتا ہے اس کے لئے شریعت میں مفصل احکام موجود ہیں، جن میں یہ بھی داخل ہے کہ اسے معاشرے میں باعزت شہری کے طور پر تسلیم کیا جائے، اور اس کی بے عزتی سے پرہیز کیا جائے، لیکن ٹرانس جینڈر کی اصطلاح جس معنی میں مغرب کی طرف سے گھڑی گئی ہے اس کا خنثیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے، ٹرانس جینڈر کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذکر یا مونث ہونے کا فیصلہ اپنی حیاتیاتی یا تخلیقی بنیاد پر نہیں بلکہ خود اپنی پسند یا ناپسند کی بنیاد پر کر سکتا ہے، یہ درحقیقت ہم جنس پرستی کو کا ئسنس دینے کے لئے ایک مخفی دروازہ ہے، مغرب نے انسان کی اصناف صرف مرد، عورت اور خنثیٰ کی حد تک محدود نہیں رکھیں بلکہ انسان کی بہت سی اصناف بنا دی ہیں جنہیں GBTQ کہا جاتا ہے اور اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے اسلامی معاشرے میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(7) یہ اجتماع اس بات پر یقین رکھتا ہے اور علماء کی طرف سے اس کا بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ ملک میں حالات کی اصلاح اور شریعت کے نفاذ کے لئے صرف پر امن آئینی جدوجہد واحد راستہ ہے اور اس غرض کے لئے مسلح جدوجہد نہ موجودہ حالات میں اسلام کا تقاضا ہے نہ مصلحت اور شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ اس وقت متعدد بیرونی طاقتیں ملک کو کمزور کرنے اور داخلی انتشار کے ذریعے اس کو تقسیم کرنے پر تلی ہوئی ہیں، ایسے حالات میں کوئی مسلح جدوجہد چاہے وہ اسلام کے نام پر ہو یا قومیت کے نام پر اس کا فائدہ صرف دشمن عناصر کو ہی پہنچ سکتا ہے، لہٰذا ہم ایک بار پھر ملک میں مسلح کارروائیوں کی مذمت کرتے ہیں البتہ حکومت سے بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس شورش کو ختم کرنے کے لئے جائز مطالبات پر عمل کرے اور اس کو حکمت و تدبر کے ساتھ حل کرے۔

(8) یہ اجتماع اسلامی جمہوریہ پاکستان اور امارت اسلامیہ افغانستان کے درمیان موجودہ کشیدہ حالات پر انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے، یہ صورت حال دونوں ملکوں کے مفاد میں نہیں ہے اور اس سے صرف اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ پہنچے گا، ہم امارت اسلامیہ افغانستان سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنی سرزمین کو ان مفسد گروہوں اور طبقات کی آماجگاہ نہ بنائے جو وہاں دستیاب سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر پاکستان میں تخریب کاری اور دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے ہیں، قوموں اور ملکوں کے مسائل باہمی مکالمے سے حل ہوتے رہے ہیں اور اب بھی اس کا قابل عمل اور قابل قبول دیرپا حل یہی ہے، لازم ہے کہ دونوں ممالک کی اعلیٰ قیادت مل بیٹھے اور مزید کسی نقصان کئے بغیر سارے مسائل کا مثبت اور قابل عمل حل نکالا جائے تاکہ دونوں پڑوسی برادر ممالک کے تعلقات معمول پر آجائیں اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ دونوں ممالک کے درمیان نقل و حمل اور تجارت کا سلسلہ جاری رہے، اس میں

دونوں ممالک کا فائدہ ہے، ماضی کی اچھی باتوں کو یاد رکھا جائے اور ناخوشگوار باتوں سے صرف نظر کیا جائے یہی دونوں کے ملکی، ملی اور قومی مفاد میں ہے۔

(9) یہ اجتماع اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن کا قانون بننے کے بعد بھی ان کی رجسٹریشن عملاً بند ہے اور انہیں ناشائستہ تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، حالانکہ وہ قومی خزانے پر ایک روپے کا بوجھ ڈالے بغیر لاکھوں طلبہ وطالبات کو نہ صرف تعلیم دے رہے ہیں بلکہ ان کے ذریعے خدمت خلق کا کام ان جگہوں پر بھی ہو رہا ہے جہاں حکومت کی بھی پہنچ نہیں ہے، ہم یہ بات دوٹوک الفاظ میں واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس کا بنیادی کام شریعت حق کی تعلیم ہے جس کے ذریعے حکومت سمیت کسی بھی حلقے کی ترغیب وتحریص یا کسی قسم کے دباؤ کے بغیر مستند اور حق گو علماء پیدا کرنا ہے، اس لئے ان کا اپنے نصاب ونظام میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہونا ضروری ہے، اور دینی مدارس کسی ایسے اقدام کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے جو ان کی بنیادی اہداف کے راستے میں رکاوٹ ہو، ان کو ایسے کسی نظام میں داخل ہونے پر مجبور کرنا سراسر زیادتی اور متفقہ قانون کی صریح خلاف ورزی ہے، ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں عرصے سے مزاحمت اور زبردستی پر آمادہ ہے، ملک پہلے ہی مسائل کا شکار ہے ایسے حالات میں اس تناعہ کو پالتے رہنے سے مسائل مزید الجھیں گے جو ملک کے لئے سخت مضر ہوگا، مدارس پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ عصری تعلیم نہیں دیتے، اول تو اس وقت بیشتر مدارس اپنے وسائل کے تحت دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دے رہے ہیں اور ان کے طلبہ سرکاری بورڈوں کے امتحانات میں پوزیشن لے رہے ہیں اور جہاں اس کی کمی ہے دینی مدارس اسے خود اپنی ضرورت سمجھ کر اس کے لئے کوشاں ہیں۔

(10) یہ اجتماع بیت المقدس اور فلسطین کی آزادی کی جدوجہد کی دل وجان سے نہ صرف حمایت کرتا ہے بلکہ اس بات کو ہر مسلمان کا فریضہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کی حد تک اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش سے دریغ نہ کرے، اگرچہ ظاہر طور پر جنگ بندی کا اعلان ہو چکا ہے لیکن اسرائیل کی طرف سے بے گناہوں کو نشانہ بنانے اور ان کو امداد پہنچانے میں رکاٹیں ڈالنے کا سلسلہ جاری ہے، ایسے حالات میں مسلمان ملکوں سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی فوج وہاں بھیج کر حماس کو غیر مستحکم نہ کریں، متعدد مسلمان حکومتیں اس سے انکار کر چکی ہیں اور اب پاکستان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے، یہ اجتماع پوری تاکید کے ساتھ حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حماس کو غیر مسلح کرنے کے لئے اپنی افواج کو بھیجنے سے گریز کرے اور اس سلسلہ میں کسی دباؤ کا شکار نہ ہو، الحمدللہ پاکستانی افواج جذبہ جہاد سے آراستہ ہیں اور انہیں بیت المقدس کی آزادی یا آزادی فلسطین کی کسی مقدس جدوجہد کے خلاف کھڑا کرنے کا تصور بھی قوم کے لئے ناممکن ہے، اس سازش سے ملک کو محفوظ بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے جس کا ہم پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔

جناب عاصم افتخار

جدیدیت کا آئیڈیل انسان اور اسلام کا آئیڈیل انسان

دو مختلف دنیاؤں کے دو مختلف انسان

جدیدیت (Modernity) نے جس انسان کا تصور پیش کیا ہے، وہ بنیادی طور پر خود کو مرکز بنانے والا انسان ہے، اس کے برعکس اسلام کا آئیڈیل انسان وہ ہے جو خدا کو مرکز بناتا ہے، یہ بنیادی نکتہ دونوں انسانوں کے درمیان مکمل فکری، اخلاقی اور تہذیبی تقسیم کو پیدا کرتا ہے، جدید انسان کا آئیڈیل آزادی، خواہش، خود مختاری اور مادی کامیابی ہے جبکہ اسلامی آئیڈیل انسان کا مرکز عبدیت، ذمہ داری، اخلاق، دنیا میں حق کا غلبہ اور آخرت کی کامیابی ہے، دونوں انسان بظاہر ایک ہی دنیا میں رہتے ہیں مگر ان کے اندر دو مختلف دنیائیں آباد ہیں۔

جدیدیت نے انسان کی پہچان کو انفرادی خواہش اور آزادی سے متعین کیا، اس کے نزدیک اچھا انسان وہ ہے جو اپنی پسند کے مطابق زندگی گزارے، اپنے فیصلے خود کرے، اپنی ذات اور مقصد کی خود تخلیق کرے، اور دنیا میں زیادہ سے زیادہ آسائشیں حاصل کرے، مثال کے طور پر جدید دنیا میں ایک کامیاب انسان وہ ہے جس کے پاس معیار سے بڑھ کر تنخواہ، مضبوط معاشی حیثیت اور ''اپنی مرضی کی زندگی'' ہو خواہ ان سب کے حصول میں خدا سے لاتعلق ہونا پڑے، خاندان ٹوٹ جائے، رشتے کمزور ہو جائیں یا روحانی خلا بڑھتا جائے، جدید انسان کا آئیڈیل وہ ہے جو خدا کا نہیں، اپنی خواہش کا فرمانبردار ہو، یہی وجہ ہے کہ آج کی دنیا میں جنس، خاندان، اخلاق، یہاں تک کہ انسانی فطرت کے بنیادی تصورات اور روحانیت بھی ''میری مرضی'' کے اصول کے تابع بنا دیے گئے ہیں۔

اسلام کا آئیڈیل انسان اس کے بالکل برعکس ہے، اسلام میں انسان کی پہچان خواہش سے نہیں بلکہ عبدیت سے طے ہوتی ہے، ایک مثالی مسلمان وہ ہے جس کا بنیادی معیار یہ ہو کہ وہ اللہ کی رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دے، اپنی آزادی کو ذمہ داری کا پابند بنائے اور اپنے اخلاق کو صرف سوشل معیار سے نہیں بلکہ خدائی حکم سے تولے، مثال کے طور پر اسلامی آئیڈیل میں ایک کامیاب انسان وہ ہے جو نماز وقت پر پڑھتا ہو، زبان کی حفاظت کرتا ہو، لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہو، اپنی خواہشات پر ضبط رکھتا ہو، حلال معاش کماتا ہو، بیوی بچوں ماں باپ کے حقوق ادا کرتا ہو اور خود کو آخرت کے احتساب کیلئے تیار رکھتا ہو، اس کے نزدیک کامیابی کا معیار یہ نہیں کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے بلکہ یہ

ہے کہ اس کے کردار میں کتنی پاکیزگی اور خدمتِ خلق ہے؟۔

جدید انسان کی پوری شخصیت Self Making۔ پر کھڑی ہے، اسے بتایا جاتا ہے کہ اپنی حقیقت خود بناؤ، اپنے اصول خود وضع کرو اور کسی اعلیٰ مقصد کے سامنے سر نہ جھکاؤ، اسی لئے جدیدیت کے ہیرو وہ لوگ بنتے ہیں جو ''خود کی تخلیق'' کرتے ہیں جیسے مشہور اداکار، کاروباری ٹائیکونز یا سوشل میڈیا انفلوئنسر، ان کی زندگی کا مقصد زیادہ لذت، زیادہ آزادی اور زیادہ دکھاوے کی کامیابی ہے، اس کے مقابلے میں اسلام کے ہیرو سیدنا ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، حسینؓ، خالد بن ولیدؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، رابعہ بصریؒ، جنید بغدادیؒ، صلاح الدین ایوبیؒ، مجدد الف ثانیؒ اور ہزاروں مجاہدین، شہداء، اولیاء وصالحین ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو مسخر کیا، دنیا کو آخرت کے مقابلے میں ثانوی رکھا اور اخلاق، علم، تقویٰ، جہاد اور خدمت میں مثال بنے۔

اگر ایک مثال سے سمجھیں تو جدید انسان کی زندگی کو ''افقی تناظر'' (horizontal vision) کہا جاسکتا ہے یعنی وہ صرف دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک سفر دیکھتا ہے، کیریئر، شہرت، لذت اور کامیابی، اس کے برعکس اسلامی انسان ''عمودی تناظر'' (vertical vision) رکھتا ہے جو اسے آسمان سے جوڑتا ہے، رب سے مربوط کرتا ہے اور اس کے ہر عمل کو ایک بڑے اخلاقی و روحانی مقصد کے تابع کرتا ہے، اسی لئے جدید نوجوان اکثر کامیابی کے باوجود خالی نظر آتے ہیں جبکہ ایک عام دیندار مسلمان سادہ زندگی میں بھی مطمئن ہوتا ہے کیونکہ اس کی کامیابی کا معیار مختلف ہے۔

جدید انسان کی فکر میں ذمہ داری کم اور اختیار زیادہ ہے جبکہ اسلام میں اختیار کے برابر ذمہ داری ہے، جدیدیت کہتی ہے ''جو چاہو کرو''، اسلام کہتا ہے ''جو صحیح ہے وہ کرو'' جدیدیت انسان کو اس کی خواہش کا غلام بناتی ہے، اسلام اسے خواہش پر غالب آنے کا راستہ دکھاتا ہے، جدید انسان اپنے نفس کی پیروی میں آزادی سمجھتا ہے، اسلامی انسان اپنے نفس پر قابو پانے میں آزادی پاتا ہے، جدیدیت کا آئیڈیل انسان مادی دنیا کا جانور ہے، مادیت، خواہش اور دنیاوی کامیابی کا اسیر، اسلام کا آئیڈیل انسان آسمان کا شاہین ہے، اخروی مقصدِ حیات، جہاد، اخلاق، تقویٰ، اور عبدیت کا حامل، یہی وجہ ہے کہ دونوں انسان دو مختلف اخلاقیات، دو مختلف ترجیحات اور دو مختلف نتائج کے حامل بن جاتے ہیں، ایک اپنی ذات میں قید ہو جاتا ہے، دوسرا اپنی ذات سے اوپر اٹھ کر رب سے جڑ جاتا ہے، ان دونوں آئیڈیلز کے فرق کو سمجھے بغیر نہ جدید دنیا کا بحران سمجھ میں آتا ہے، نہ اسلام کی انسان سازی کا مقصد، اسلام انسان کو نہ صرف اخلاقی طور بہتر بناتا وہ اسے کمال عطاء کرتا ہے کیونکہ وہ اسے اس کی اصل پہچان یعنی عبداللہ کی طرف لوٹاتا ہے۔

مولانا محمد ازہر صاحب (استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

الحاد کا فکری چیلنج اور مدارسِ دینیہ کی عصری ذمہ داری

عصرِ حاضر کا سب سے سنگین اور ہمہ گیر فکری فتنہ الحاد ہے۔ یہ فتنہ محض خدا کے انکار تک محدود نہیں، بلکہ اس کے نتیجے میں کائنات بے معنی، انسان بے مقصد اور زندگی جواب دہی سے محروم ہو جاتی ہے۔ الحاد عقل کو وحی سے آزاد کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، مگر تاریخ اور تجربہ دونوں گواہ ہیں کہ وحی کی رہنمائی سے محروم عقل بالآخر یقین کے بجائے شک، سکون کے بجائے اضطراب اور اخلاق کے بجائے مفاد پرستی کی نذر ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور کا فتنہ یہ ہے کہ جن شکوک وشبہات کو ماضی میں نجی مجالس میں دبے لفظوں میں بیان کیا جاتا تھا، سوشل میڈیا نے انہیں بے باکی کے ساتھ عام کر دیا ہے۔ وجودِ باری تعالیٰ، مذہب اور سائنس کی کشمکش، ایمان اور عقل کی نسبت جیسے سوالات اب فلسفیانہ حلقوں تک محدود نہیں رہے بلکہ ہر موبائل اسکرین پر گردش کر رہے ہیں۔ اور ضروری دینی تعلیم سے ناواقف نوجوان ان سے متاثر بھی ہو رہے ہیں ایسے ماحول میں محض خاموشی اختیار کرنا یا ان سوالات کو نظر انداز کرنا دعوتِ دین کی ذمہ داری سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔

اسی پس منظر میں 20 دسمبر 2026 کو انڈیا کے دارالحکومت دلی میں محترم مفتی شمائل ندوی صاحب اور معروف ملحد ادیب جاوید اختر کے درمیان ایک اہم مناظرہ ہوا

یہ مناظرہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ یہ مناظرہ کسی فرد کی جیت یا ہار کا مقابلہ نہیں تھا، بلکہ ایک فکری محاذ پر اتمامِ حجت کی سنجیدہ کوشش تھی۔ اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کا وجود کسی مناظرے کا محتاج نہیں، لیکن چونکہ آج کا انسان سوال کرتا ہے، اس لیے اس سوال کا معقول، منظم اور مدلل جواب دینا دینی ذمہ داری ہے۔

اس مناظرے میں مفتی شمائل ندوی صاحب نے جس وقار، سکون اور علمی توازن کے ساتھ گفتگو کی، وہ قابلِ تحسین ہی نہیں بلکہ قابلِ تقلید بھی ہے۔ انہوں نے جذباتی انداز یا مناظرانہ جارحیت کے بجائے عقلِ سلیم، فطرتِ انسانی اور منطقی استدلال کو بنیاد بنایا۔ الحاد کے بنیادی مقدمات۔ سببیت (Causality)، امکان (Contingency) اور علتِ اولیٰ (First Cause)۔ کو اصل جڑ سے واضح کیا، جس کے نتیجے میں اعتراضات اپنی کمزوری خود ظاہر کرتے چلے گئے۔ یہ انداز اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ اسلام نہ سوال سے گھبراتا ہے اور نہ عقل کو معطل کرتا ہے جیسا کہ جاوید اختر صاحب مناظرہ میں خلاف واقعہ بار بار یہ کہتے رہے کہ اسلام سوال کی

اجازت نہیں دیتا حقیقت یہ ہے کہ اسلام نہ صرف سوال کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اسے غور و فکر کا ذریعہ قرار دیتا ہے مدارس کے طلباء میں یہ جملہ زبان زد عام ہے کہ سوال نصف علم ہے۔

یہ حقیقت بھی خاص توجہ کی مستحق ہے کہ خدا کے وجود پر دلائل پیش کرنے اور الحاد کے بیانیے کا سامنا کرنے کا فریضہ کسی مغربی یونیورسٹی کے فلسفے کے پروفیسر یا کسی پی ایچ ڈی اسکالر نے انجام نہیں دیا، بلکہ مدارسِ دینیہ کی انہی چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن وسنت، علمِ کلام اور اسلامی فکر حاصل کرنے والوں نے یہ علمی کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ امر ان حلقوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے جو مدارس کو محض فروعی مسائل تک محدود سمجھتے اور انہیں عصرِ حاضر کے فکری چیلنجز سے ناواقف قرار دیتے ہیں۔

یہ پہلا موقع نہیں کہ الحاد کو اس طرح علمی سطح پر جواب دیا گیا ہو۔ اس سے قبل مفتی یاسر ندیم الواجدی زید مجدہم اور مشہور ملحد اویس اقبال کے درمیان ہونے والا مناظرہ بھی اہلِ علم کے سامنے ہے، جس میں الحاد کے نمائندہ اعتراضات کو استدلالی سطح پر واضح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مسلسل واقعات نے یہ حقیقت مزید مستحکم کر دی ہے کہ الحاد کا بیانیہ خواہ جدید اصطلاحات اور سائنسی تعبیرات میں پیش کیا جائے، وہ گہرے عقلی تجزیے کے سامنے دیر پا نہیں رہ سکتا۔

حالیہ مناظرے میں بعض منطقی اور فلسفیانہ اصطلاحات بھی استعمال ہوئیں، جن کا عام قارئین سے مختصر تعارف ضروری ہے۔ مثال کے طور پر Contingency Argument (دلیلِ امکان) اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز ممکن الوجود ہے، یعنی خود قائم نہیں بلکہ اپنے وجود کے لیے کسی دوسرے کی محتاج ہے۔ اگر تمام موجودات اسی طرح ایک دوسرے پر منحصر ہوں اور یہ سلسلہ لامتناہی مان لیا جائے تو Infinite Regress (لامتناہی تسلسلِ اسباب) لازم آتا ہے، جو عقلاً محال ہے، کیونکہ موجد کے بغیر کسی چیز کا وجود میں آنا ممکن ہی نہیں رہتا۔ چونکہ ہم اور یہ کائنات موجود ہیں، اس لیے عقل اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک ایسا وجود ضرور ہو جو قائم بالذات ہو، کسی کا محتاج نہ ہو اور جس کا وجود لازم ہو۔ فلسفے کی زبان میں یہی Necessary Being یا واجب الوجود ہے، اور اسلام اسی ہستی کو اللہ کے نام سے پہچان کرواتا ہے۔

قرآن مجید نے اسی عقلی حقیقت کو صدیوں پہلے نہایت جامع انداز میں بیان فرما دیا:

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ

’’کیا وہ بغیر کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں؟‘‘

اسی حقیقت کو ہمارے ایک جلیل القدر استاد، جامعِ معقول و منقول حضرت مولانا نیاز محمد ختنی رحمۃ اللہ علیہ نہایت

سادہ مگر گہرے انداز میں سمجھایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ کسی چیز کے بارے میں ''کہاں سے آئی؟'' کا سوال اسی وقت کیا جاتا ہے جب وہ اس کی ذاتی صفت نہ ہو بلکہ باہر سے حاصل ہوئی ہو۔

مثلاً ہم کہتے ہیں کہ پانی گرم ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں گرمی کہاں سے آئی؟ جواب ملتا ہے: دیگچی سے۔ پھر پوچھا جاتا ہے کہ دیگچی میں گرمی کہاں سے آئی؟ جواب ہوگا: آگ سے۔ لیکن یہاں آ کر یہ سوال ختم ہو جاتا ہے کہ آگ میں گرمی کہاں سے آئی؟ کیونکہ گرمی آگ کی ذاتی صفت ہے، جو اس سے جدا نہیں ہوسکتی۔ جو چیز کسی شے کا وصفِ ذاتی ہو، اس کے بارے میں ''کہاں سے آئی؟'' کا سوال ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔

اسی اصول کو وجود کے مسئلے پر منطبق کیجیے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ زید کا وجود کہاں سے آیا؟ جواب ہوتا ہے: اس کے والد سے۔ پھر والد کے والد سے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا جائے تو جواب ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وجود عطا فرمایا۔

لیکن یہاں آ کر یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود کہاں سے آیا؟

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے وجود عطا نہیں کیا بلکہ وجود ان کی ذاتی صفت ہے۔ وہ خود قائم ہیں، خود موجود ہیں، اور ہر موجود کو وجود عطا کرنے والے ہیں۔ ان کے وجود کے لیے کسی سبب، کسی علت یا کسی خارجی سہارے کا تصور ہی درست نہیں۔

یوں جس طرح آگ کے لیے گرمی کا سبب تلاش نہیں کیا جاتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کے لیے ''کہاں سے آیا'' کا سوال عقلاً اور منطقی طور پر بے محل ہو جاتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے فلسفے کی زبان میں واجب الوجود کہا جاتا ہے، اور جسے قرآن مجید نے نہایت مختصر مگر فیصلہ کن انداز میں واضح فرما دیا ہے۔

(أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ)

یہ آیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اسلام کا تصورِ خدا محض جذباتی یا تقلیدی نہیں بلکہ گہرے عقلی استدلال پر قائم ہے۔

ان مناظروں سے ایک نہایت اہم حقیقت یہ بھی سامنے آئی ہے کہ آج مدارس کے فضلاء کی ذمہ داری صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تک محدود نہیں رہی۔ سوشل میڈیا کے اس دور میں عقائد پر حملے براہِ راست، علانیہ اور منظّم انداز میں ہو رہے ہیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ علماء فروعی اختلافات سے بلند ہو کر اسلامی عقائد اور اصولوں کے تحفظ کو اپنی ترجیح بنائیں، جدید فکری اعتراضات کو سمجھیں، اور تشکیک و الحاد کے شکوک کا مدلل اور باوقار جواب دینے کی صلاحیت پیدا کریں۔

مدارس کے فضلاء کے لیے چند علمی و عملی نکات

مدارسِ دینیہ کے طلبہ اور فضلاء کے لیے اب ناگزیر ہے کہ وہ:

اوّل: اسلامی عقائد کے ساتھ ساتھ علمِ کلام اور فلسفے کی بنیادی اصطلاحات سے واقفیت حاصل کریں۔

دوم: الحاد، تشکیک اور سیکولر فکر کے نمایاں اعتراضات کو براہِ راست مصادر سے سمجھیں، محض سنی سنائی باتوں پر اکتفا نہ کریں۔

سوم: دعوت اور مناظرے کے آداب سیکھیں، کیونکہ مقصد مخالف کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ حق کو واضح کرنا ہے۔

چہارم: سوشل میڈیا کو محض فتنہ نہ سمجھیں بلکہ حکمت کے ساتھ اسے دعوت اور دفاعِ عقیدہ کا ذریعہ بنائیں۔

پنجم: فروعی مسائل میں الجھ کر اصل بنیاد — یعنی عقیدہ — کو نظر انداز نہ ہونے دیں، کیونکہ اگر بنیاد محفوظ نہ رہی تو عمارت خود بخود گر جاتی ہے۔

حالیہ مناظرے اور اس سے قبل ہونے والے علمی مکالمے اس حقیقت کا اعلان ہیں کہ اسلام نہ صرف ایمان کا پیغام رکھتا ہے بلکہ عقل کو مطمئن کرنے کی بھرپور صلاحیت بھی رکھتا ہے، اور مدارسِ دینیہ آج بھی اس فکری روایت کے مضبوط ترین امین ہیں۔ یہ مناظرے افراد کی فتح کے واقعات نہیں بلکہ حق کی سربلندی اور فکری بیداری کے مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کوششوں کو قبول فرمائے، انہیں ہدایت کا ذریعہ بنائیں، اور ہمارے علماء و طلبہ کو اس دور کے فکری محاذ پر حکمت، بصیرت اور استقامت کے ساتھ کھڑا رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

☆......☆......☆

محمد احمد بن الفارسی رمترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر　(قسط نمبر:10)

الجواہر السنیۃ فی السیرۃ النبویہ

ذات السلاسل کی جانب سریہ عمرو بن العاص

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاخریٰ سن 8ھ میں حضرت عمرو بن العاص کی سرکردگی میں ذات السلاسل کے مقام پر ایک سریہ روانہ فرمایا، سلاسل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مدینہ منورہ سے وادی القریٰ کی طرف 10 دن کی مسافت پر ایک چشمہ ہے۔ اس سریہ میں ان کے ہمراہ مہاجرین وانصار میں سے 300 صحابہ تھے جو قضاعہ کی ایک جماعت جو مدینہ منورہ پر غارت گری کے لیے اکٹھی ہوئی تھی، کے مقابلے کے لیے تھا۔ پھر نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ کی قیادت میں 200 افراد پر مشتمل کمک بھیجی۔ مقابلہ کے وقت اللہ نے اپنے دشمنوں کو شکست سے دوچار کیا۔

قوم خبط کی طرف سریہ ابوعبیدہ

رجب سن 8 ہجری میں خبط کی طرف سریہ ابوعبیدہ پیش آیا۔ 300 صحابہ پر مشتمل اس لشکر میں حضرت عمر بن الخطاب بھی شامل تھے، اسے سریہ حبط کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس کا قریش کے قافلے سے سامنا ہوا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مقابلہ مدینہ منورہ سے پانچ رات کے فاصلے پر ساحل سمندر پر جہینہ کے ایک قبیلے سے ہوا۔ جس کے پاس کھجوروں کا زادراہ تھا جب وہ ختم ہوا تو انہوں نے پتوں پر گزارا کیا تو اللہ تعالی نے ان کے لیے سمندر سے عنبر نامی مچھلی بھیجی انہوں نے اسے کھایا اور زادراہ کے طور پر ساتھ بھی لیا اور وہ بغیر کسی تنگی کے واپس لوٹے۔

خضرۃ کی طرف سریہ ابوقتادہ

شعبان سن 8ھ میں حضرت ابوقتادہ کی قیادت میں 15 صحابہ پر مشتمل ایک سریہ مقام خضرہ کی طرف روانہ ہوا، جو وادی نجد میں ارض محارب کا علاقہ ہے، انہوں نے دشمن کے کئی افراد کو قتل کیا کچھ اسیر بنے اور یہ لشکر مدینہ منورہ سے پندرہ روز رہنے کے بعد مال غنیمت لیے واپس آیا۔

بطن اضم کی جانب سریہ ابوقتادہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوائل رمضان سن 8ھ میں آٹھ افراد پر مشتمل ایک جماعت کو ابوقتادہ کی زیر کمان بطن اضم کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ مقام مدینہ سے تین برد (تقریباً 72 کلومیٹر) کے فاصلے پر ذی خشب اور ذی مروہ

کے درمیان واقع ہے، ان کا سامنا عامر بن الاضبط سے ہوا۔ انہوں نے ان کو سلام کہا اس کے باوجود محلم بن جثامہ نے ان کو قتل کر دیا جس پر حق تعالیٰ شانہ نی سورہ نساء کی یہ آیت "فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلم لست مومناً تبتغون عرض الحیاۃ الدنیا" اتاری۔ جب یہ جماعت وہاں پہنچی جہاں کا انہیں حکم دیا گیا تھا تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ تشریف آوری کی خبر ملی تو یہ بھی عازم مکہ ہوئے۔

ابن اسحاق اس واقعہ کو ابن ابی حدرد سے منسوب کرتے ہیں، ان کے ہمراہ دو شخص اس وقت غابہ کی طرف گئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفاعہ بن قیس کی خبر پہنچی جو مقابلہ کے لیے جماعت اکٹھی کر رہا تھا تو مسلمانوں نے رفاعہ کو قتل کر کے اس کی جماعت کو شکست دی اور بڑی تعداد میں مال غنیمت پایا۔

فتح مکہ

رمضان سن 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا، وجہ یہ بنی کہ قریش مکہ نے 10 سالہ جنگ بندی کا معاہدہ بغیر کسی اعلان کے توڑ دیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر لشکر کشی کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاطب نے ام سارہ کے ذریعے اہل مکہ کو اس بارے اطلاع کرنے کے لیے خط لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے مطلع فرمایا تو آپ نے حضرت علی، زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ انہوں نے ام سارہ کی چٹیا سے وہ خط برآمد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 10 رمضان المبارک بدھ کے روز عصر کی نماز کے بعد 10 ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ عازم مکہ ہوئے، جب آپ کدید کے مقام پر پہنچے تو روزہ افطار فرمایا۔ حاکم کے مطابق ان کی تعداد 12 ہزار تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسلم لشکر کے ہمراہ مرالظہر ان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو رات کے وقت حضرت عباسؓ اہل مکہ کی خیر خواہی کی نیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر کسی آدمی کی کھوج میں نکلے جو قریش مکہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دے تاکہ وہ اپنا بندوبست کر لیں۔ اسی اثناء میں انہوں نے ابوسفیانؓ بن حرب، حکیمؓ بن حزام اور بدیل بن ورقاءؓ کی آوازیں سنیں تو ابوسفیانؓ کو اپنے ہمراہ لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں انہوں نے اسلام قبول کیا، جبکہ باقی دو حضرات اہل مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دینے واپس لوٹ گئے۔

مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخلہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ جو مسجد حرام میں داخل ہوا وہ امن پا گیا اور جس نے ابوسفیانؓ کے گھر میں پناہ لی وہ امن پا گیا اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا وہ بھی امن پا گیا سوائے ان لوگوں کے جن کو ہر حال میں سزا دینا تھی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 20 رمضان المبارک جمعہ کے روز بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا۔ اس وقت خانہ کعبہ کے اردگرد 360 بت تھے۔ جب آپ کسی بت کے پاس سے گزرتے تو اپنی لاٹھی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے: ''فقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً'' تو وہ بت منہ کے بل گر پڑتا۔

نبی مکرم علیہ وسلم کے قیام مکہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں؛ امام بخاری کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں 15 دن قیام فرمایا، ایک روایت 19 دن قیام کی بھی ہے۔ سنن ابی داؤد میں 17 دن کا ذکر ہے، سنن ترمذی میں مدت قیام 18 دن ہے جبکہ کتاب الاکلیل کے مطابق مدت قیام دس دن سے کچھ اوپر ہے اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز ہی ادا فرمائی۔

الفاسی کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ کے بارے میں درج بالا روایات سے کچھ مختلف دیکھا ہے کیونکہ الفاکہی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ہم فتح مکہ کے دوران وہاں دس دن ٹھہرے۔ یہاں یہ بیان تمام ہوا۔

قیام مکہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدودِ حرم سے باہر کئی سرایا روانہ فرمائے جو مال غنیمت کے ساتھ لوٹے۔

بتوں کے انہدام کے لیے سرایا کی روانگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 25 رمضان المبارک کو حضرت خالد بن الولید کی قیادت میں 80 صحابہ کرام پر مشتمل ایک جماعت عزّیٰ نامی بت کو منہدم کرنے کے لیے وادی نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔

اور ایک جماعت کو حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں مکہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام رھط میں قبیلہ ھذیل کے بت سواع کو گرانے کے لیے بھیجا۔ اسی طرح آپ نے سعد بن زید الاشہلی کو 20 گھڑسواروں کے ساتھ مقام المشلل میں موجود اوس وخزرج کے بت منات کو گرانے کی ذمہ داری سونپی۔

بنوجذیمہ کی طرف سریہ خالد بن الولید

شوال سن 8 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کی کمان میں یلملم کے نواح میں بنوجذیمہ کی طرف 350 صحابہ پر مشتمل ایک سریہ روانہ فرمایا، اسے یوم العصیماء کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ ایک دعوتی سریہ تھا نہ کہ جنگی، لیکن اس میں کچھ لوگ مارے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ان مقتولین کا فدیہ دینے کے لیے بھیجا۔

(جاری ہے)

حافظ عبید اللہ

تذکرہ خلیفۂ راشد سادس سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت مشہور قول کے مطابق بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے آپ کا تعارف یوں کروایا ہے:

''معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی، امیر المومنین، وُلِد قبل البعثۃ بخمس سنین، وقیل بسبع، وقیل بثلاث عشر ۃ، والاول اشھر''

(معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی، امیر المومنین، آپ کی ولادت بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی، ایک قول سات سال قبل بعثت کا بھی ہے، نیز ایک قول بعثت سے تیرہ سال قبل کا بھی ہے، لیکن پہلی بات زیادہ مشہور ہے) (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج 10 ص 227، قاہرہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

مشہور یہ ہے کہ آپ ؓ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے، لیکن محقق یہ ہے کہ اسلام تو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں کسی وقت لائے البتہ اس کا برملا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا، جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام تو بہت پہلے لائے تھے مگر اظہار بعد میں کیا، امام نووی رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف یوں کروایا ہے:

''معاویۃ بن ابی سفیان: الصحابی ابن الصحابی، تکرر فی ھذہ الکتب، ھو ابوعبدالرحمن معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قُصی القرشی الاموی ...... وکان معاویۃ یقول انہ اسلم یوم الحدیبیۃ وکتم اسلامہ من ابیہ وامہ...الخ''

(معاویۃ بن ابی سفیان، خود بھی صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں، ان کا ذکر کتابوں میں بار بار آیا ہے، (ان کا نسب یوں ہے) ابوعبدالرحمٰن معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی ......حضرت معاویہ ؓ فرمایا کرتے تھے کہ: میں مسلمان تو حدیبیہ کے دن ہی ہو گیا تھا لیکن میں نے اپنا اسلام اپنے ماں باپ سے چھپایا) (تہذیب الاسماء واللغات، ج 2 ص 102، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہی بات دوسری کتب میں ان الفاظ سے بیان کی گئی ہے:

''اسلمتُ یوم عمرۃ القضاء ولکنی کتمتُ اسلامی من ابی الیٰ یوم الفتح'' (میں اسلام تو عمرۃ القضاء کے دن ہی لا چکا تھا لیکن میں نے یہ بات اپنے والد سے فتح مکہ کے دن تک چھپائے رکھی)۔

(البدایۃ، ج8 ص117۔ نیز ملاحظہ ہو: اسد الغابۃ، ج4 ص385۔ تاریخ بغداد، ج1 ص207۔ نسب قریش، ص124 تحت اولاد ابی سفیان بن حرب)

امام اہل سنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

''معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قرشی اموی، صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے اور ان کے والد فتح مکہ میں مسلمان ہوئے''۔ (ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص472 حاشیہ)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''صحیح بخاری میں ہے کہ اگلے سال عمرۃ القضاء میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک قینچی سے تراشے تھے، یہ واقعہ عمرۃ القضاء ہی کا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق فرمایا تھا''۔ (تفسیر معارف القرآن، ج8 ص90، سورۃ الفتح تحت آیت: 27)

کتابت وحی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتابتِ وحی جیسے اہم منصب پر مامور فرمایا، اور یہ چیز ایسی معروف ومشہور ہے کہ محتاج دلیل نہیں، سیرۃ طیبہ میں جہاں کاتبانِ نبوی کا تذکرہ ہوتا ہے وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی بھی آپ کو ملے گا، علامہ ہیثمیؒ نقل کرتے ہیں: **''عن عبداللہ بن عمرو ان معاویۃ کان یکتب بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''**

(حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھا کرتے تھے)

(علامہ ہیثمی فرماتے ہیں ''اسنادہ حسن'' اس کی سند حسن ہے، مجمع الزوائد، ج9 ص357۔ نیز ملاحظہ ہو: الاستیعاب مع الاصابۃ، تذکرۂ معاویہؓ، ج8 ص117۔ الاصابۃ، تذکرۂ معاویہؓ، ج3 ص433۔ زاد المعاد، فصل فی کتّابہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج1 ص29۔ البدایۃ والنہایۃ، تذکرہ معاویہؓ، ج8 ص117۔ وتذکرۂ کاتبانِ وحی، ج5 ص354 وغیرہم)

واضح رہے کہ نبی کا کاتب، وحی کا ہی کاتب ہوتا ہے، نبیؐ جو کچھ بھی لکھواتے تھے وحی ہی ہوتا تھا، اگر کاتبِ وحی اور کاتبِ رسول کی تفریق ہی کرنی ہے تو پھر یہ تفریق سب میں کرنی ہوگی، بتانا ہوگا کہ دوسرے تمام کاتبانِ وحی نے قرآن کی کون کون سی آیات لکھی ہیں جب کہ وہ بھی کاتبانِ نبیؐ میں سے ہیں؟۔

امام نوویؒ، ایک جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر یوں فرماتے ہیں: **''واما معاویۃ رضی اللہ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء... الخ''** (معاویہ رضی اللہ عنہ، عادل، فاضل اور جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں) (نووی شرح مسلم، ج15 ص149 طبع مصر)

اس کے قریب قریب الفاظ حافظ ملا علی قاریؒ حنفی نے بھی لکھے ہیں:

”واماّ معاویة فهو من العدول الفضلاء والصحابة الاخیار“ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج11 ص151 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

”باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحابِ آنحضرت بود، وصاحبِ فضیلت جلیلہ دز مرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم... الخ“۔

(یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ایک تھے، اور صحابہ کرامؓ میں سے بھی جلیل القدر صحابہؓ کے زمرہ میں سے تھے) (ازالۃ الخفاء مترجم، ج1 ص571)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضراتِ خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان واخلاص کے پیشِ نظر باعزت اور اہم مناصب ان کو عطا کئے، علاقہ شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی ”یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما“ فتوحاتِ اسلامی کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے، ان کی معاونت کے طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک امدادی جماعت بھیجی تو اس کا امیر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا:

”واجتمع الیٰ ابی بکر اناس فامرّ علیهم معاویة وامره باللحاق بیزید فخرج معاویة حتیٰ لقی بیزید“ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوئے پس آپ نے حضرت معاویہؓ کو ان پر امیر بنایا اور آپ کو یزید (بن ابی سفیان) سے ملنے کا حکم دیا، پس آپ نکلے یہاں تک کہ یزید سے جا ملے)۔ (طبری، ج4 ص30۔ البدایۃ، ج7 ص4 تحت سنۃ 13ھ)۔

عہدِ فاروقی میں یزید بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کی وفات ہوگئی تو ان کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا امیر مقرر فرما دیا۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں حضرت معاویہؓ کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ان کے بھائی ”یزید بن ابی سفیان“ کے انتقال کے بعد ان کو شام کا گورنر بنا دیا اور پھر اپنی زندگی بھر انہی کو وہاں رکھا، معزول یا تبدیل نہ کیا بلکہ وقتاً فوقتاً ان کی حدودِ ولایت بڑھاتے ہی رہے، تنخواہ بھی ان کی دوسرے گورنروں کی بنسبت زیادہ رکھی، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں اور والیوں کے تقرر کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے، جب تک کسی شخص پر مکمل اطمینان واعتماد نہ ہو جاتا اسے کسی مقام یا علاقے کا امیر وحاکم نہ بناتے تھے، پھر گورنروں پر کڑی نظر بھی رکھتے تھے، چھوٹی چھوٹی فرو گذاشتوں پر گرفت کیا کرتے تھے، معمولی معمولی بے ضابطگیوں اور شکایتوں پر ان کو معزول یا تبدیل کر دیا کرتے تھے، نیز کسی گورنر کو مدۃِ معینہ سے زیادہ ایک جگہ نہ رہنے

دیتے تھے بلکہ گورنروں کی برابر تبدیلیاں کرتے رہتے تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے واحد گورنر ہیں جن کو اپنے سارے دورِ خلافت میں معزول کیا نہ تبدیل، بلکہ آپ کا اعتماد ان پر روز بروز بڑھتا ہی رہا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ سارے دورِ فاروقی میں کسی طرف سے بھی ان کے خلاف کوئی ایسی شکایت دربارِ فاروقی میں نہ پہنچی تھی جو اُن کی معزولی کا سبب ہوتی۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے سارے دورِ خلافت میں شام کا حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہی برقرار رکھا:

''**ثم جمع عمر الشام کلها لمعاویة واقرّہ عثمان**'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سارا شام ان کے ماتحت کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں برقرار رکھا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج3 ص88 تحت معاویۃ بن ابی سفیان۔ الاصابۃ، ج3 ص433 ترجمۃ معاویۃ۔ تہذیب الاسماء للنووی، ترجمۃ معاویۃ)

الغرض! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جلیل القدر صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ایسا متواتر اور معروف ومشہور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی مخالف (اپنی ذات کے اعتبار سے خواہ وہ کتنا ہی قد آور کیوں نہ ہو) ان کی صحابیت کا اگر انکار کرنا چاہے تو ناممکن اور قطعاً ناممکن ہے کہ وہ اپنی عظمتوں کے باوجود بھی اس میں کامیاب ہو سکے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا کوئی طبقہ بھی ایسا نہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا قائل اور معترف نہ ہو، محدثین ہوں یا متکلمین، اصحابِ سیر ہوں یا مؤرخین، علماء اسماء الرجال ہوں یا علماء الاصول، فقہاء ہوں یا صوفیاء، پھر حنفی وشافعی ہوں یا مالکی وحنبلی، غرضیکہ سبھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قابل قدر صحابی مانتے اور کہتے ہیں۔

لیکن بقول حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت تاریخِ اسلام کے درخشاں زمانوں میں ہے جس میں اندرونی طور پر امن اطمینان کا دور دورہ بھی تھا اور ملک سے باہر دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی لیکن حضرت معاویہؓ کے مخالفین نے ان پر اعتراضات والزامات کا کچھ اس انداز سے انبار لگایا ہے کہ تاریخ اسلام کا یہ تابناک زمانہ سبائی پروپگنڈے کے گرد وغبار میں روپوش ہو کر رہ گیا ہے''۔ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، حرفِ آغاز، ص5)۔

اور اِن ناقدین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں بدقسمتی سے ''غیروں'' کے ساتھ کچھ اپنے ایسے بھی نظر آتے ہیں، جن کے ناموں سے پہلے ''مفسر، محدث، فقیہ، مجتہد، حجۃ الاسلام اور وکیل صحابہ وغیرہ وغیرہ'' کے سابقے بھی نظر آتے ہیں، اور ان میں سے کچھ نے تو حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے گروہ کے اسلام کو بھی مشکوک لکھ دیا جس میں حضرت معاویہؓ بھی شامل ہیں۔ فیا اُسفاہ۔ اور کچھ نے اپنی اپنی عدالتیں لگا کر بظاہر بڑے مہذب انداز میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف فردِ جرم لکھی، مثلاً ملاحظہ ہو کہ:

الف......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے تقریباً چالیس صحابہؓ ایسے ہیں جو وحی اور نبوی فرامین ومعاہدات کی کتابت کیا کرتے تھے، جنہیں کاتبانِ نبوی اور کاتبانِ وحی کہا جاتا ہے، ان میں ایک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، کتابتِ وحی ایک بہت بڑی سعادت ہے، حضرت معاویہؓ کا نام تو ان سعادت مند کاتبانِ رسول کی فہرست سے کاٹا نہ جاسکتا تھا لیکن ان کی اس سعادت کو گدلا کرنے کے لئے ان چالیس کاتبانِ نبوی میں سے سوائے حضرت معاویہؓ کے کسی کاتبِ نبوی کی کتابت میں یہ بحث نہیں چلائی گئی کہ اس نے وحی کی کتابت کی ہے یا صرف نبوی خطوط کی، اس کو کاتبِ وحی کہا جائے یا صرف کاتبِ رسول؟، یہ بحث چلائی گئی اور بڑے اہتمام سے یہ تفریق کی گئی تو صرف اور صرف حضرت معاویہؓ کی کتابت میں، صرف یہاں ہی یہ فیصلہ سنایا گیا کہ ''انہوں نے چونکہ وحی کی کتابت نہیں کی بلکہ صرف نبوی خطوط بنامِ ملوک لکھے تھے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ ان کو کاتبِ وحی نہ کہا جائے بلکہ کاتبِ رسول کہا جائے''۔

ب:... امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں چالیس کے قریب صحابہ کرام کے نام بنام فضائل ومناقب بیان کئے ہیں، جن میں ایک حضرت معاویہؓ بھی ہیں، ان میں سے اکثر صحابہؓ کے فضائل کا ذکر تو لفظِ ''مناقب'' کے عنوان سے کیا ہے جیسے مثلاً ''باب مناقب عمرؓ'' لیکن سات صحابہؓ کے فضائل پر لفظِ ''مناقب وفضائل وغیرہ'' کے بجائے لفظِ ''ذکر'' سے باب باندھا ہے یعنی مثلاً یوں کہا ہے ''باب ذکر عباسؓ''، حضرت معاویہؓ بھی انہی سات صحابہؓ میں ہیں، ان کے فضائل بھی ''باب ذکر معاویہؓ'' کے عنوان سے بیان کئے ہیں، لیکن ان سات صحابہؓ میں سے سوائے حضرت معاویہؓ کے اور کسی صحابی کے بارے میں یہ نکتہ نہیں اٹھایا گیا کہ ''ان کے فضائل پر ''ذکر'' کا عنوان اس لئے باندھا ہے کہ ان کی فضیلت ومنقبت میں صحیح سند سے کچھ بھی ثابت نہیں''، یہ نکتہ اٹھایا گیا تو صرف اور صرف حضرت معاویہؓ کے حق میں، حالانکہ ''منقبۃ'' کے بجائے ''ذکر'' کے عنوان میں اگر یہی نکتہ ہوتا تو امام بخاریؒ ان صحابہؓ کے فضائل پر بھی ''ذکر'' کا باب کیوں باندھتے جن کے فضائل، صحیح الاسناد احادیث سے ثابت ہیں؟۔

ج......کسی بھی صحابی کو کسی بھی غیر صحابی کے برابر لاکر نہ تو یہ سوال اٹھایا گیا کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ اور نہ کسی غیر صحابی کو کسی صحابی پر جزوی یا کلی کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت ہی دی گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری جماعت میں سے یہ امتیازی سلوک کیا گیا تو صرف اور صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہ ان کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے برابر لاکر یہ سوال بھی اٹھایا گیا کہ معاویہؓ افضل ہیں یا عمرؒ بن عبدالعزیز؟، اور پھر ان کو باوجود اس کے کہ وہ غیر صحابی ہیں زہد وعدل تک میں جزوی فضیلت بھی دے ڈالی گئی حضرت معاویہؓ پر باوجود اس کے کہ وہ صحابی ہیں۔

د:......تیس سالہ خلافت والی حدیث کے پیشِ نظر تیس سال بعد خلافت ختم ہو کر کٹکھنی بادشاہت شروع ہوگئی تھی، اس کے مطابق تیس سال کے بعد آنے والے تمام ہی حکمران، بادشاہ اور ان کی حکومتیں کٹکھنی بادشاہتیں بنتی تھیں، لیکن خلافتِ اسلامیہ کی ابتداء سے لے کر خلافتِ عثمانیہ ترکیہ پر اس کے زوال تک سوائے حضرت معاویہؓ کے نہ کوئی اور حکمران، بادشاہ کہلایا اور نہ کوئی اور حکومت، بادشاہت کہلائی، بلکہ اس دورانیے کے تقریباً تمام ہی حکمرانوں کو خلفاء کے نام سے یاد کیا گیا اور ان کی حکومتوں کو خلافتوں کے عنوان سے پکارا گیا، اس

سارے عرصے میں اس حدیث کے بمصداق اگر کوئی بادشاہ ہوا تو وہ صرف حضرت معاویہؓ تھے، کوئی حکومت اگر بادشاہت ہوئی تو وہ صرف انہی کی حکومت تھی، اس حدیث کے بموجب تیس سالہ خلافت کے بعد آنے والی بادشاہت، حضرت معاویہؓ سے ہی شروع ہوئی اور انہی پر ختم ہوگئی، وہی دنیاء خلافت میں پہلے بادشاہ بھی ہوئے اور آخری بھی، بلکہ لکھنے والوں نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

''اصولی طور پر سمجھ لینا چاہیے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد نہ تھے اور نہ ان کی حکومت خلافت راشدہ یعنی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ تھی، بلکہ وہ ایک دنیاوی حکمران تھے اور ان کی حکومت دنیاوی بادشاہت تھی...''۔(تاریخ اسلام از معین الدین ندوی، ص362 حصہ دوم)

اب تو یہ حال ہے کہ آج کل کے بعض حضرات جو بزعمِ خود ''دیوبندیت کی تطہیر'' کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''خلیفہ راشد'' کہنے والوں پر ناصبیت کا فتویٰ بھی داغ دیا ہے (دیکھیں: رسالہ ''دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے''، ص9، از مفتی محمد سعید خان)، یا اُسفاہ۔

یہ چند مثالیں ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنوں کے ہی امتیازی سلوک کی، ورنہ تو اپنوں کا ہی ان کے خلاف کہا، لکھا اتنا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ان کا دفاع ناممکن سا ہوگیا ہے، جب حضرت معاویہؓ کے ساتھ اپنوں کا یہ سلوک ہے تو غیر تو پھر غیر ہیں خود ہی انداہ لگا لیجئے کہ ان کا، ان کے ساتھ کیا سلوک رہا ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مرض الوفات میں وصیت فرمائی کہ:

''اِنَّ رسولَ الله صلی الله علیه وسلم کسانی قمیصاً فرفعتُه، وقَلَّم اظفارَہ یوماً، فأخذتُ قُلامتَه فجعلتُها فی قارورۃ، فاِذا مِتُّ فاَلبِسُونی ذالک القمیصَ وقطِّعوا تلک القُلامة واسحقوها وذُرُّوها فی عینی وفی فِیَّ، فعَسی الله أن یرحمنی ببرکتها''

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قمیص پہنائی تھی جسے میں نے بعد میں اتار کر رکھ لیا (یعنی سنبھال کر رکھ لیا) اسی طرح ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناخن مبارک تراشے تو آپؐ کے ناخنوں کے ٹکڑے میں نے اکٹھے کر کے ایک بوتل میں محفوظ کر لیے تھے، پس جب میں مرجاؤں تو تم لوگ مجھے وہ قمیص پہنا دینا اور ان ناخنوں کے ٹکڑوں کو پیس کر میری آنکھوں اور میرے مُنہ میں ڈال دینا، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائیں گے)۔

(صحیح تاریخ الطبری، ج4 ص37، 38، دار ابن کثیر، بیروت/ طبقات ابن سعد، ج6 ص30، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ)

مشاجرت صحابہ اور اہل سنت کا طرز عمل

اہل سنت کے نزدیک مشاجراتِ صحابہؓ میں ''توقف وامساک اور سکوت اختیار کرنا''، ہی سب سے ''احوط

واسلم اوراقویٰ واتقن''، مسلک اور موقف ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ مشاجرات اجتہادی تھے اور اجتہادی اختلافات کے بارے میں اہل سنت کے مسلمہ اصول اور قواعد اجتہاد کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(ا)... مجتہد کی خطأ وصواب کا قطعی فیصلہ قیامت تک نہیں ہوسکتا، اس کی خطأ وصواب ظنی ہے۔

(ب)... اسی ظنی خطأ وصواب کو بھی اگر کسی وقت بامرِ مجبوری بیان کرنا پڑے تو اندازِ بیان ایسا ہونا چاہیے کہ جانبِ ظنی خطأ کی توہین وتنقیص نہ ہوتی ہو، اس کی کسر شان کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔

(ج)... اجتہادیات میں ہر مجتہد کے لئے اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرنا لازم وضروری ہوا کرتا ہے۔

(د)... کسی مخطی مجتہد کا مخطی ہونا بوقت ضرورت بتایا تو جا سکتا ہے لیکن اس کو ضرور بالضرور قطعی ہی بنانے پر ادھار کھائے بیٹھنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہاں سے ایک بہت اہم اصولی بات واضح ہوگئی کہ جو اجتہادی اختلاف شرعی اجتہادی کی تعریف میں داخل ہے اس میں اپنے اپنے اجتہاد سے جس امام نے جو جانب اختیار کر لی اگرچہ عنداللہ اس میں صواب اور صحیح صرف ایک ہے دوسرا خطا ہے لیکن یہ صواب وخطا کا فیصلہ صرف حق تعالی کے کرنے کا ہے وہ محشر میں بذریعہ اجتہاد صواب پر پہنچنے والے عالم کو دوہرا ثواب عطا فرما دیں گے اور جس کے اجتہاد نے خطا کی ہے اس ایک ثواب عطا کر دیں گے، اللہ تعالی کے سوا کسی کو اجتہادی اختلاف میں یہ کہنے کا حق نہیں کہ یقینی طور پر یہ صحیح ہے دوسرا غلط ہے، ہاں اپنی فہم و بصیرت کی حد تک ان دونوں میں جس کو وہ اقرب الی القرآن والسنۃ سمجھے اس کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے نزدیک یہ صواب ہے، مگر احتمال خطا کا بھی ہے، اور دوسری جانب خطا ہے مگر احتمال صواب کا بھی ہے، اور یہ وہ بات ہے جو تمام ائمہ فقہاء میں مسلم ہے۔" (معارف القرآن، جلد 2 صفحہ 143 سورۃ آل عمران: آیت نمبر 105)

نیز صحابہ کرام کے اجتہادی مشاجراتی اختلافات پر بوقتِ ضرورت بھی گفتگو کرتے وقت صرف ان فقہی اجتہادی ضابطوں کو ہی پیش نظر رکھ لینا بھی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان سے متعلق صریح وصحیح نبوی ارشادات وہدایات کو بھی پیش نظر رکھنا ازبس ضروری ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے میں مختلف اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ولہذا کان من مذاہب اہل السنۃ الإمساک عما شجر بین الصحابۃ... الخ''، یعنی صحابہ کرامؓ کے درمیان جو بھی اختلافات ہوئے ان کے بارے میں زبان بند رکھنا اہل سنت کے عقائد میں شامل ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''ولهٰذا كان الامساك طريقة افاضل السلف'' اس لئے (مشاجراتِ صحابہ میں) زبان بند رکھنا ہی (جسے سکوت وتوقف بھی کہا جاتا ہے) سلف صالحین کا طریقہ تھا۔ (منہاج السنۃ، ج4/ص448، 449 طبع سعودیہ)

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ، مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے میں اہل سنت کے چار اقوال ذکر کرتے ہوئے چوتھا قول یہ ذکر کرتے ہیں:

”والرابع الامساک عما شَجَرَ بَینَهم مطلقاً ... (الیٰ قوله) ... وعَلیٰ هٰذا نصوص احمد واهل السنة ... وهو مذهب اهل السنة والجماعة“ یعنی چوتھا قول، مشاجراتِ صحابہؓ کے بارے میں مطلقاً زبان بند رکھنا اور سکوت اختیار کرنا ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر اہل سنت کی نصوص سے یہی معلوم ہوتا ہے... اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مجموع الفتاویٰ، ج35 /ص51، طبع سعودیہ)

یہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ذکر آیا ہے تو اسی مناسبت سے ان کی ایک اور بات بھی نقل کی جاتی ہے، امام ابن عبدالبر قرطبیؒ (م463ھ) روایت کرتے ہیں کہ محمد بن عبدالرحمٰن الصیر فی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ:

”اذا اختلف اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسئلة هل یجوز لنا ان ننظر فی اقوالهم لنعلم مع من الصواب منهم فنتبعه؟ ،فقال لی: لا یجوز النظر بین اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقلتُ: فکیف الوجه فی ذالک؟ قال: تُقَلِّد ایَّهُم احببتَ“ ترجمہ: صحابہ کرامؓ میں جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجائے تو کیا جائز ہے کہ ہم ان کے اقوال کا جائزہ لیں کہ راستی کس کے پاس ہے تاکہ ہم اس کی پیروی کریں؟ آپ نے مجھے فرمایا کہ نہیں جائز کہ اصحابِ رسول کا جائزہ لیا جائے، میں نے کہا پھر کیا کِیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: ان میں سے جس کی چاہو پیروی کرلو (ان میں سے کسی کے موقف پر رائے زنی نہ کرو)۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ج2 /ص909، دار ابن الجوزی، السعودیہ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ہی سوال کیا گیا کہ:

"یا ابا عبدالله ما تقول فیما کان من علی ومعاویة رحمهما الله؟ فقال ابو عبدالله: ما اقول فیها الا الحسنیٰ رحمهم الله اجمعین"

اے ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل کی کنیت ہے) جو کچھ حضرت علیؓ ومعاویہؓ کے درمیان ہوا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اس بارے میں سوائے اچھی بات کے کچھ نہیں کہتا، اللہ کی ان سب پر رحمت ہو“۔ (السنۃ لابی بکر الخلال، الجزء الثانی ص460، روایت نمبر 713، طبع دار الرایۃ، الریاض)

اس روایت کے نیچے کتاب کے محقق ڈاکٹر عطیہ زہرانی لکھتے ہیں: "اسنادہ صحیح"، وهذا هو مذهب السلف واحسان القول فیهم والسکوت عما شجر بینهم۔ اس روایت کی سند صحیح ہے، سلف کا یہی مذہب ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اچھی بات کی جائے اور جو کچھ ان کے درمیان ہوا اس بارے سکوت اختیار کیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ایک شاگرد امام محمد بن حمید الاندرابی رحمہ اللہ امام صاحب سے اہل سنت کا عقیدہ

نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وترحم عَلَى جميع أصحاب مُحَمَّد صغيرهم وكبيرهم وحدث بفضائلهم وأمسك عما شجر بينهم" یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کے لئے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں رحمت کی دعا کرو، ان کے فضائل بیان کرو اور جو کچھ ان کے درمیان مشاجرات ہوئے ان کے ذکر سے رک جاؤ.

(طبقات الحنابلۃ، جلد 2 صفحہ 294، السعودیۃ)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے "مناقب الامام احمد بن حنبل" میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

"سألہ رجل عما جرى بين علي ومعاوية؟ فأعرض عنه، فقيل له: يا أبا عبدالله هو رجل من بني هاشم، فأقبل عليه فقال: اقرأ: ((تلک أمة قد خلت لها ماكسبت ولكم ما كسبتم ولا تُسئلون عما كانوا يعملون))"

ایک آدمی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہونے والے مشاجرے کے بارے میں سوال کیا، تو امام صاحب نے اس سے اعراض کیا (یعنی اسکے سوال کی طرف توجہ نہ دی اور کوئی جواب نہیں دیا)، تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ سوال کرنے والا آدمی بنی ہاشم میں سے ہے، تو امام صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: "وہ ایک امت تھی جو گذر گئی جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کا ہے اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارا ہے، اور تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے" (مناقب الامام احمد بن حنبل، صفحہ 221 طبع دار ہجر للطباعۃ والنشر، مصر)

☆......☆......☆

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

انتخاب: احمد علی

''پلّوں کی بُھوں بُھوں''

گزشتہ دنوں عظیم صحافی و شاعر اور احرار رہنما آغا شورش کاشمیری رحمہ اللہ کی نگارشات کے مطالعے کے دوران ذیل کی تحریر سامنے آگئی۔

بطرس بخاری مرحوم کا مزاحیہ مضمون ''کتے'' زمانہ طالب علمی میں پڑھا۔ بطرس نے تو کتوں کے بھونکنے کو بہت اہمیت دی اور جو منظر کشی کی وہ بھی کمال ہے۔ لیکن آغا شورش کاشمیری مرحوم کا انداز بالکل مختلف ہے۔ وہ کتوں کو اہمیت دیتے ہیں نہ ان کے بھونکنے کو۔ خیال ہوا کہ اس کی لطف انگیزی میں قارئین کو بھی شریک کرلیا جائے۔

''بعض دم بریدہ کتے بھونکتے ہیں تو ملال نہیں ہوتا۔ میں انہیں دھتکارتا بھی نہیں کہ اس طرح وہ اپنی قیمت بڑھاتے ہیں۔ انہیں حق حاصل ہے کہ وہ راقم کے متعلق جو چاہیں لکھیں کہ ان کی گزر اوقات اسی پر ہوتی ہے اور وہ اسی کارنامے پر اپنے ممدوحین سے پیٹ کا ایندھن لے سکتے ہیں۔

راقم سیاست کی سڑک پر کتوں کے بھونکنے کو اہمیت نہیں دیتا اور نہ صحافت کے میدان میں پلّوں کی بُھوں بُھوں پر توجہ دیتا ہے۔ ان کی فطرت کو بدلنا ناممکن ہے۔ وہ ضرور بھونکیں کہ خدا نے انہیں بھونکنے کے لیے پیدا کیا ہے''

(نگارشاتِ شورش۔ محمد اقبال جاوید، ص:322)

☆......☆......☆

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ　(قسط نمبر: 8)

مقام ختم نبوت و مقام صحابہ رضی اللہ عنہ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ .... وَ اَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا O (الاحزاب: ۲۸ تا ۳۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ازواج مطہرات کی تعداد

اے نبی کی گھر والیو! میرا نبی اس لیے نہیں ہے کہ تمہاری فرمائشیں اور مطالبے پورا کرتا رہے۔ گھر میں رہنا ہے تو سیدھی ہو کر رہو۔ طلاق لینی ہے تو گھر چلی جاؤ مجھے پرواہ نہیں۔ یہ ہے خدائی حکم۔ زلزلہ برپا ہو گیا۔ کسی کی جرات تھی کہ نبی سے دوبارہ کچھ کہتا۔ آیتیں نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا جاؤ میری بیویوں کو سناؤ۔ 29 دن گزرے تھے..... مہینہ پورا 30 کا بھی ہوتا ہے، لیکن اماں عائشہ صدیقہؓ جھکنے والی ہیں۔ صدیق کی بیٹی ہے۔ خدا نے کروڑوں عورتوں میں سے چن کر نبی کی گود میں ڈالی ہے، معمولی عورت نہیں ہے۔ کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ آپ تو فرما گئے تھے کہ میں پورا مہینہ نہیں آؤں گا، آج تو 29 تاریخ ہے، نبی چُوکتا ہے کبھی؟ نبی کو کوئی ہرا سکتا ہے؟ کہنے لگے مہینہ کبھی 29 تاریخ کا بھی ہوتا ہے۔ آج 29 کا مہینہ ہے، 30 کا نہیں ہے۔ آج 29 ہی کا مہینہ ہے مہینہ ختم ہوا تو آ گیا۔ عرض کیا کہ حکم کیا ہے، آپ تو ناراض ہیں فرمایا یہ آیتیں آ گئی ہیں، یہ سنا دیتا ہوں۔ سب کو بلاؤ سیدہ حفصہ بھی آ گئیں، سیدہ ماریہ بھی آ گئیں، سیدہ زینب بھی آ گئیں، سیدہ صفیہ بھی آ گئیں، سب آ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نو ازواج مطہرات زندہ تھیں۔ سیدہ سودہؓ وفات پا گئیں، سیدہ خدیجہؓ وفات پا گئیں، سیدہ زینب بنت اُم المساکینؓ وفات پا گئیں، زینب بنت جحشؓ بھی جلدی وفات پا گئیں، 13 بیویوں میں سے نو زندہ تھیں، چار فوت ہو چکی تھیں۔ یاد رہے گا؟ (جی) سب کو بیٹھا کر فرمایا یہ آیتیں اللہ نے مجھ پر اتاری ہیں۔ بس تم کو اختیار کرنا ہے، میری طرف سے اختیار ہے۔ میرے گھر میں رہنا ہے خشکی، تنگی، ترشی برداشت کرنی پڑے گی، کپڑا نہ ملے پھٹے پرانوں کو جوڑ لگا کر پہننا پڑے گا۔ دیا نہیں جلتا تو مطالبہ نہیں ہوگا۔ جو نہیں ہوں گے تو گندم بھی نہیں آئے گی، گندم تو کھائی نہیں حضور نے ساری عمر۔ گھر میں دانے نہیں ہوں گے روٹی نہیں پکے گی تو بولنا نہیں، آگ نہیں جلے گی تو گِلہ نہیں کرنا، یہ منظور ہے تو رہو، یہ منظور نہیں تو جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ سب سے پیاری بیوی تھی نا۔ امتحان ہے نبی کا نہیں، عائشہ کا امتحان ہے، کہ تمہارا کیا خیال ہے، اللہ نے اختیار دے دیا ہے، چاہے میرے پاس رہو، چاہے کسی اور جگہ چلی جاؤ۔ کہا یا رسول اللہ آپ کے متعلق بھی ہمیں شک ہو سکتا ہے، آپ کو بھی تردد ہے کہ میں کوئی اور جواب دوں گی۔ ’’**فو اللہ اخترتُ اللہ و رسولہ و لا الدنیا**‘‘ سب مطالبے مسمار، سب فرمائشیں ختم، ساری دنیا برباد ہو جائے ہو جائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خدا کو میں نہیں چھوڑ

سکتی۔ بس! یہ کہنے کی دیر تھی، بقیہ بیویوں نے کہا حضور ہم کہاں جا سکتی ہیں، آپ کے دروازے پر بیٹھی یہیں مریں گی۔ اور جیسے آپ اور آپ کا اللہ چاہے گا ویسے ہی رہیں گیں، آخری لفظ کہوں......

ازواج مطہرات سے اللہ کا خطاب

ہاں جی سن لیجیے یہ تو قصہ ہو گیا جو مجھے بات کہنی ہے مقصد کی وہ یہ ہے کہ "**و من یقنت منکن للہ و روسولہ و تعمل صالحاً نؤتھا اجرھا مرتین**" سن لو! آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر......

اعلان کر رہے ہیں، عشاء کے بعد میرے استاد کے پوتے اور میرے دوسرے استاد کے صاحبزادے، عزیز القدر مولانا محمد حنیف جالندھری انشاء اللہ پہنچیں گے اور عشاء کے بعد ان کا بہت خوشنما وعظ ہوگا۔ مولانا سلیمان طارق بڑے پنجابی کے مشہور مبلغ ہیں، بہت اچھا بیان کرنے والے، خوش آواز بھی، دراز نفس بھی، وہ آئیں گے اور انشاء اللہ آپ کو خوش کریں گے۔ میں یہ لفظ کہہ کر بس کرتا ہوں۔

تو فرماتے ہیں کہ سنو! شرطیں تو تم نے مان لیں اللہ اور اللہ کے رسول کی، ایک اور بات بھی سن لو کہ: میں نے تمہارے لیے اتنی پابندیاں کیوں رکھیں، نبی کے گھر میں تم کو اتنا مقید کیوں کیا میں نے۔"**ومن یقنت منکن للہ ورسولہ**" محمد کی بیویو جو تم موجود ہو یا تم سن لو، تم میں سے جو فرمانبردار رہے گی اللہ کی اللہ کے رسول کی"**و تعمل صالحاً**" اور میرے حکم کے مطابق نیک عمل کرتی رہے گی۔ یہ کیوں کہا؟ یہ شرط کی بات کیوں کہی؟ کہ نبیوں کے بعد نبی کا بیٹا ہو، داماد ہو، بھانجا ہو، بہنوئی ہو، چچا ہو، باپ ہو، کوئی متنفس معصوم نہیں ہے۔ ہر ایک سے خطرہ ہے کہ زندگی میں کبھی گناہ نہ کر بیٹھے۔ ٹھیک ہے؟ اللہ نے دی تو نبی کو بیویاں پاک۔ ازل میں پاک لکھی ہوئیں۔ لیکن خدا نے یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ یہ معصوم ہیں۔ عقلی طور پر غلطی ہو تو سکتی تھی۔ اسی لیے شرطیہ فقرہ کہا کہ: تم میں سے جو میری اور میرے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور نیکی پر کاربند رہے گی۔ سنیے کیا انعام ملا ہے۔"**نؤتھا اجرھا مرتین**" وعدہ کرتا ہوں کہ آدم کی اولاد میں کسی مرد کو کسی عورت کو میں نے یہ انعام نہیں دیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویو! جب تم نیکی کرو گی یا کوئی مرد نیکی کرے گا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا ابا (سیدنا ابو بکرؓ) نیکی کرے گا ایک نیکی کا ظاہری ایک بدلہ۔ سیدہ حفصہؓ کا ابا (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) ایک نیکی کرے گا ایک بدلہ۔ لیکن ابو بکر عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیاں جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں جب وہ عمل ایک کریں گیں میں وعدہ کرتا ہوں، میں بدلہ دوگنا دوں گا۔ (سبحان اللہ)

عائشہ صدیقہؓ کے مرتبے کو دنیا کی کوئی عورت نہیں پہنچ سکتی

بات سمجھے، سنو! نتیجہ کیا ہے؟ کہ: وہ فاطمہ جو "سیدۃ نساء اہل الجنۃ" ہے، میری بات آخری غور سے سنیں۔ حاصلِ کلام، نبی کی بیوی کا مرتبہ سمجھ لیجیے۔ سیدہ فاطمۃ الزہر رضی اللہ عنہا سے بڑی کوئی اور عورت ہے۔ امت میں کوئی اور بڑی عورت ہے؟ اللہ کے قانون نے اعلان کر دیا، سبائیت شکن، رافضیت کا جنازہ نکالنے والا، حلالی مسلمانوں کے ایمان کو زندہ کرنے والا خدا کا فرمان ہے کہ: سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی ایک نیکی کرے گی تو

بدلہ ایک ملے گا، لیکن اس کی سوتیلی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ایک (نیکی) کرے گی تو بدلے دو ملیں گے۔

مکے کے صحن میں ہر امتی...... ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما بھی نماز پڑھیں گے تو کتنی رکعتوں کا ثواب ہے؟ ایک لاکھ کا۔ مسجد نبوی میں نماز پڑھیں تو، پچاس ہزار رکعات کا۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جتنے حج کیے، ہر نماز پر دو لاکھ رکعت کا ثواب ملا۔ اپنے خاوند، اپنے محبوب شوہر کی مسجد میں جو نمازیں پڑھیں، ہر نماز میں پچاس ہزار کی بجائے ایک لاکھ کا ثواب ملا۔ کوئی دنیا کی عورت، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی بہنوں سمیت کسی اور عورت کے لیے یہ ضابطہ نہیں۔ یہ معمولی بات ہے۔ جس نے بولنا ہو وہ سوچ سمجھ کر کے بولے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرتبے کو دنیا کی کوئی عورت نہیں پہنچ سکتی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مرتبے کو کوئی عورت نہیں پہنچ سکتی۔ نبی کی تیرہ بیویوں کے مرتبے کو کوئی عورت...... جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہیں پہنچ سکتی تو اور کون پہنچ سکتا ہے۔ بات سمجھ آ گئی؟ سبحان اللہ ہاں جی! یہ ایسا ہی نہیں ہے۔ کیا کروں سنانے کو میرے پاس ایک اور ایٹم بم بھی ہے تم بھاگ جاؤ گے۔ نماز پڑھتے ہیں۔ **(نماز کے بعد)**

" الحمد لله و كفىٰ والصلوٰة و السلام على من لا نبى بعده و لا رسوله و لا معصوم بعده و على اٰله و اصحابه الذين اوفوا عهده"

انبیاء علیہم السلام، ان کی ازواج مطہرات، ان کے اصحاب وخلفاء، ان کے مراتب کے ذکر میں، ان کے فضائل ومناقب کے ذکر میں میں نے کچھ ضروری باتیں آپ کو بتائیں۔ اب ایک اور فیصلہ کن بات بتاتا ہوں جو میری اس مبینہ حدیث کی تائید ہے۔ ابھی آپ نے سن لیا نا۔ مردوں میں تو بے شمار کامل ہیں، لیکن عورتوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی کامل نہیں۔ اس کامل ترین عورت کے حقوق کیا ہیں؟ اللہ کے رسول نے اس کا مرتبہ کیا سمجھا ہے۔ اس کے لیے اداب کیا مقرر کیے ہیں، امت کی بات تو بعد میں۔ خود اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا آداب مقرر کیے۔ وہ حدیث سناتا ہوں۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالی دونوں نے متفقہ طور پر یہ حدیث نقل کی ہے۔ اور جو حدیث ان دونوں بڑی کتابوں میں آئے اس کو "متفق علیہ" کہتے ہیں کہ: اس کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ امام بخاریؒ نے چھوڑ دیا، امام مسلمؒ نے لے لیا۔ امام مسلمؒ نے چھوڑ دیا، امام بخاریؒ نے لے لیا، یہ نہیں۔ دونوں ان شیوخ نے اپنی صحیحین کے اندر اس روایت کو متفقہ طور پر نقل کیا۔ میں وہ پڑھتا ہوں اور اس کے بعد جو نتیجہ ہے وہ آپ کو سناتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے متعلق اپنی کہانی خود بیان کی ہے۔ تو اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا وہ کیا کہتی ہیں۔

"وعن عائشة قالت ان الناس كانوا يتحرون بهداياهم يوم عائشة يبغون بذالك مرضاة رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم وقالت ان نساءَ رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم كُن حزبين فحزب فيهِ عائشة وحفصة وصفية وسودة، والحزب الاُخر ام سلمة وسائر نساءِ رسول الله صلى

الـلـه عـليه وسلم، فكلم حزب ام سلمة فقلن لها كلمي رسول الله صلى الله عليه وسلم يكلم الناس فيقول من اراد ان يهدى الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فليهده اليه حيث كان، فكلمته فقال لها لا تـوذيـنـي فـي عـائشة فـان الـوحي لم ياتني وانا في ثواب امراة الا عائشة، قالت اتوب الى الله من اذاك يا رسول الله، ثم انهن دعون فاطمة فارسلن الىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم فكلمته فقال يا بنية الا تحبين ما احب قالت بلىٰ، قال فاحبي هٰذه" (رواہ البخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب خصوصیت سے میری باری ہی کے دن ہدیے بھیجنے کا اہتمام کرتے تھے، وہ اپنے اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی چاہتے تھے، اور صورت حال یہ تھی کہ آپ کی ازواج کے دو گروہ تھے، ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں، اور دوسرے گروہ میں ام سلمہ اور باقی ازواج، ام سلمہ کی گروہ والیوں نے ام سلمہ سے بات کی، اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تم کہو کہ آپ اپنے اصحاب سے فرمادیں کہ اگر کوئی آپ لئے ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپ جہاں بھی ہوں (یعنی ازواج میں سے کسی کے یہاں بھی مقیم ہوں) تو وہ وہیں آپ کو ہدیہ بھیجے، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہی عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ تم مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اذیت نہ دو، یہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی خصوصیت ہے کہ انہیں کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول میں اللہ کے حضور میں آپ کا اذیت دینے سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گروہ والی ازواج مطہرات نے (آپ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی کو اسی غرض سے آپ کے پاس بھیجا، چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے بیٹا کیا تم اس سے محبت نہیں کرو گی جس سے مجھے محبت ہو، عرض کیا کیوں نہیں (یعنی آپ جس سے محبت کرتے ہیں میں ضرور اس سے محبت کروں گی) آپ نے فرمایا" **فاحبي هٰذه**"، تو تم اس (عائشہ) سے محبت کرو۔ (صحیح بخاری ومسلم)

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھی گھر میں، تو میری سوکن جو خود بھی معمولی درجے کی عورت نہیں، حضرت ام سلمہ...... عائشہ صدیقہ کو چھوڑ کر سب سے زیادہ روایات ان کی ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ساڑھے چار سو سے زیادہ روایات تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ اور سو دو ہزار کے قریب یا اس سے کچھ کم سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایات ہیں۔ پانچ ہزار کے قریب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات ہیں۔ تو خود ازواج میں بڑا اونچا درجہ ہے۔ اور ایک اور بات بتادوں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسی خصوصیت نصیب ہوئی کہ جو باقی ازواج کو تو ملی ہی نہیں۔ بے شمار صحابہ کو بھی نصیب نہیں۔ وہ کیا خصوصیت ہے؟

و عـن الـلـيث بـن سـعـد عن ابن ابى مليكة عن يعلى بن مملک انه سال ام سلمة قراء ة النبى صلى الله عليه وسلم فاذا هى تنعت قراء ة مفسرة حرفاً حرفاً (رواہ الترمذی وابوداود، والنسائی)

کہ جب قرآن پڑھتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو بہو نقل اتار دیتی تھیں۔ اسماء الرجال اٹھا کر کے دیکھ لو۔ ان کی یہ صفت ایسی ہے۔ ایک دن صبح کا وقت تھا یا دوپہر کا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ تو دو آدمی یا تین آدمی آئے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے پر دستک دی اور کہا: **السلام علیک یا ام المومنین ، وعلیکم السلام یا ابنائی** ۔ کیسے آنا ہوا؟ **کن قد سمعناانت کطریق قراء ت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسمعینا**" کہ اماں ہم نے سنا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کی نقل کرتے ہیں۔ ہمیں ویسے پڑھ کے سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔ تو روحانی ماں ہے، دروازہ بند تھا، پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی، اور پڑھنا شروع کیا، وہ جھوم رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ **فاتیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما ھذا یا ام سلمہ ؟** حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ تو گئے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا قرآن پڑھ رہی ہیں۔ میرے دو چار نوجوان امتی بیٹھے ہوئے جھوم رہے ہیں۔ کہنے لگیں کہ یارسول اللہ یہ کہنے کے لیے آئے تھے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم سرکار کے قرآن کی نقل کر کے پڑھ کے سناؤ۔ میں وہ سنوار رہی تھی۔ فرمایا کہ یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ ٹھیک کہتے ہیں کہ تم میں میرے قرآن کی قرات کی نقل صحیح کر لیتی ہو۔ تو یہ فضیلت عام مردوں کو بھی حاصل نہیں، عورتوں کو تو کسی کو ہوئی ہی نہیں۔

ان ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے متعلق بیان کرتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں تھی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا...... میرے جو دوسرے مدمقابل سوکنیں تھیں ان کے وفد کی نمائندہ بن کر کے آئی اور آ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک گزارش کرنی ہے۔ (کہا کہ) کہو۔ کہ "**نحن بازواجک**"، ہم بھی تو آپ کی بیویاں ہیں۔ لیکن قصہ کیا ہے کہ جس دن ہماری باری ہوتی ہے، آپ کو ہماری حجرے میں ٹھہرنا ہوتا ہے، تو اس دن ہدیے کم آتے ہیں یا آتے ہی نہیں۔ اور جس دن آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہو تو ہدیوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ یہ قصہ کیا ہے۔ ہماری تمنا یہ ہے کہ "**من اراد ان یھدی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیھدہ الیہ حیث کان**" کہ جس نے ہدیہ دینا ہے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا کیوں فکر کرے۔ ہم میں سے جس کے گھر میں بھی آپ ہوں اس کو ہدیہ دینا چاہیے۔ کہنے کو تو وہ کہہ گئیں۔

اب جواب سنو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہ کوئی برائی کی بات تو نہیں۔ معاذ اللہ کوئی سب وشتم نہیں تھا۔ کوئی تہمت نہیں، کوئی بہتان نہیں۔ لیکن نبی علیہ السلام نے جواب دے کر امت کو سبق دے دیا کہ محبت میں، خلوص کے ساتھ بھی عائشہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سننا برداشت نہیں۔ سنیے جواب! فرماتے ہیں کہ: **من اراد ان یھدی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیھدہ الیہ حیث کان**" کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دینا ہے اس کے لیے اس کی کیا ترجیح ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوں یا سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوں، اس کو ہدیہ دینا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ یہ نہیں فرمایا کہ ہاں بات تو تمہاری ٹھیک ہے لیکن میں مجبور

ہوں۔ یہ نہیں کہا۔ فرمایا: **فقال لها لا تو ذینی فی عائشة** ''ام سلمہؓ بس! میں وجہ بھی نہیں جانتا، دلیل بھی نہیں پوچھتا۔ مجھے اتنی بات کہ...... عائشہؓ کے مطلق مجھے دکھ نہ پہنچاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا سننے سے بھی دکھ ہو رہا ہے، کہ: عائشہؓ کے حجرے میں تو ہدیہ آتے ہیں، ہمارے حجرے میں ہدیے نہیں آتے۔

آگے ایک دلیل بیان فرمائی کہ ترجیح میری کیوں ہے۔ پہلے ترجیح نہیں بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں'' **فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثواب امراۃ الا عائشة**'' تم مقابلہ کرتی ہو عائشہ سے۔ تم میں سے جتنی میری بیویاں ہیں، جب میں ان کے پاس ہوتا ہوں ان کے بستر پر یا پلنگ پر فرشتہ میرے پاس نہیں آتا۔ ایک عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ اگر اس کے بستر پر بھی سویا ہوں تو جبرئیل علیہ السلام وہاں بھی وحی لے کر آجاتے ہیں۔ تم مقابلہ کرتی ہو اس کا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ جس دن میں اس کے حجرے میں ہوں اس دن ہدیہ آئیں نہ آئیں تم کو بولنے کی اجازت نہیں۔

آگے سنیے اور حیرت انگیز۔ اماں ام سلمہ رضی اللہ عنہا واپس گئیں، جا کے اپنی ہم جولی سے کہتی ہیں کہ ایسے کام نہیں ہوگا۔ کوئی اور حیلہ کرنا چاہیے۔ سرکار بہت اوپر کے خیال میں ہیں۔ تو پھر مشورہ ہوا کہ آخری حل یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دیتے ہیں۔ بیٹی اور آخری بیٹی ہیں وہی زندہ ہیں۔ محبوب بیٹی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ آپ جائیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ انہوں نے وہی فرمائش جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کی تھی وہ دہرادی۔ تو اب بیوی اور بیٹی میں تو فرق ہوتا ہے نا۔ خطاب میں، نگاہ میں، انداز میں۔ بیٹی اور چیز ہے بیوی اور چیز ہے۔ بیوی کو محبت سے دیکھنے کا مطلب اظہار خواہش نفس بھی ہوتا ہے۔ بیٹی کو محبت سے دیکھنے کا مطلب معصومیت کا اظہار ہوتا ہے۔ زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ بیٹی کو دیکھتا ہے آدمی تو آنکھوں میں معصومیت کا نور اتر آتا ہے کہ یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا وجود مجھ پر حرام ہے۔ اور بیوی کو آدمی دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس کا وجود میرے لیے حلال ہے۔ محبت دونوں جگہ ہے لیکن دونوں کا مصداق جدا جدا ہے۔ سمجھ آرہی ہے بات؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علامت یہ تھی کہ'' **کانت تهدی مشیة رسول الله صلی الله علیه وسلم**'' کہ جب وہ چلتی تھیں تو پھر چال حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہوتی تھی۔ اگر سیدہ ام سلمہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پڑھتی تھیں تو آخر سیدہ فاطمہ بھی تو بیٹی تھیں تو جب وہ چلتی تھیں تو بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ہوتی تھی۔

باخدا میں نے اپنے گھر میں اپنی بہن کو دیکھا، اس کی چال اب بھی ابا جی (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) جیسی ہے۔ یہ نقشہ میں نے گھر میں دیکھا ہے۔ اس دفعہ بھی مہینہ قبل ذکر ہوا تو اماں جی نے...... گھر میں ابا جیؒ کا، دادوں کا، نانیوں کا ذکر رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہماری بانو (بنت امیر شریعت واُم سید محمد کفیل بخاری) کی رفتار تو ابا جی جیسی ہے۔ تو بھائی (سید عطاء المحسن بخاریؒ) بھی بولے کہ بات ٹھیک ہے۔ آپی جی کی چال تو بہرحال ہم نے دیکھی ہے۔ تو ایسا ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

خطاب: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری: (ناقل: محمد فیصل اشفاق) (قسط نمبر:3)

سیرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مقام: جامع مسجد قطب الدین، جھنگ 1984ء

جناب سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، نبی مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً ...... جب آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا (واقعہ افک کا ذکر ہے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی) اپنی بیوی کے بارے میں تو اپنے بھائی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ! تم بتاؤ کہ میں اب کیا کروں؟ (جواباً) کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''بھیج دیجئے عائشہ کو گھر''۔ ''و لک نسآء کثیرۃ'' آپ کے لیے بہت عورتیں ہیں اس سے بہتر۔ یہ کس نے کہا؟ جناب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجھہ نے عرض کیا بارگاہِ رسالت میں۔

اب ایک سوال ان لوگوں سے جو کہتے ہیں کہ ''اَلْحَقُّ مَعَ الْعَلِیِّ وَ الْعَلِیُّ مَعَ الْحَقِّ'' کہ حق علیؓ کے ساتھ ہے اور علیؓ حق کے ساتھ ہے۔ علیؓ اور حق لازم اور ملزوم ہیں۔ علیؓ اور حق گل وبلبل کی طرح ہیں یا خوشبو اور پھول کی طرح ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ہاتھ باندھ کے سوال ہے کہ بھائی اگر سیدنا علی کا یہ قول حق تھا اور سیدنا علی کی یہ رائے صحیح اور حق تھی تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کی بیٹی صدیقہ کو گھر سے نکال دیا تھا؟ سیدنا علی کے کہنے پر۔ اور کیا دوبارہ رجوع نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور پھر کیا عائشہ کی جگہ اور کوئی عورت بہتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جچی؟ سیدنا علی مرتضیٰ نے کوئی اور عورت ان کے متبادل پیش کی؟ تو یہ فارمولا اور کلیہ خود ساختہ غلط ہو گیا۔ یہ تمہارا کلیہ غلط ہے۔ جھوٹ پر مبنی ہے۔ خود ساختہ ہے۔ نہ اللہ نے کہا، نہ رسول نے کہا، نہ علی نے فرمایا کہ میں ہمیشہ حق پر ہوں اور مجھ سے کبھی کوئی لغزش نہیں ہو سکتی۔ نہیں فرمایا انہوں نے۔ یہ نبی کی بات ہو سکتی ہے کہ نبی کبھی اپنے منہ سے وہ بات نہیں کہتا جو اللہ کی کہی ہوئی نہ ہو دین کی بات ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کے بارے میں دو ماہ کچھ نہیں کہا، نہ نفی میں نہ اثبات میں۔ نہ یہ کہا کہ یہ بالکل سچی ہے۔ نہ یہ کہا کہ یہ جھوٹی ہے۔ فرمایا اللہ کے سپرد اور یہ مشورہ کس نے دیا۔

بھائی میں نے پہلے اس کو بیان کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق دی ہے، سیرت حلبیہ اس میں یہ لکھا ہوا ہے، باقی حدیث کی کتابوں میں یہ کہیں نہیں ملتی، اس میں یہ روایت موجود ہے کہ جناب عمر ابن خطاب رضی

اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ عمر تم بتاؤ۔ تو عمر نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عائشہ سے شادی آپ نے اپنی مرضی سے کی ہے؟ کہا نہیں، تو پھر جس نے آپ کے عقد میں دی ہے اس کا انتظار کیجیے وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ صرف عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات ہے۔ اور وہ بات جناب علی مرتضی کی ہے اور پہلی بات سکوت، جس طرح نبی نے سکوت اختیار کیا بلا تشبیہ ویسا سکوت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا۔ عمر ابن خطاب نے گائیڈ لائن بدل دی۔ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے الگ گائیڈ لائن دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر کی بات پر عمل کیا اور سیدنا علی کی بات پر عمل نہیں کیا۔ تو پھر یہ قول قولِ حق نہ تھا ان کی ذاتی رائے تھی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ صلواۃ اللہ وسلام اللہ علیہا کی تہمت کی برائت جب اللہ نے نازل کی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کروڑوں بہاریں دامن میں لیے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے فرمایا "یا عائشُ" عائشہ کہاں ہو؟ کہنے لگیں وہ اندر پڑی ہوئی ہیں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی، آنسو سے دھاری پڑ گئی ہے۔ لکیر پڑ گئی تھی رو رو کے چہرے پر۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ بالکل پیلا زرد رنگ۔ مشتِ ستخواں، فرماتی تھیں کہ میری خواہش تھی کہ زمین پھٹے اور میں اندر چلی جاؤں۔ لیکن یہ پھٹتی بھی نہیں تھی۔ بصد وقت اٹھیں اور اٹھ کے تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ان کے تمام غموں کو دور فرمایا۔ فرمایا عائشہ! اللہ نے تجھے بری کیا۔ ایک لمحہ کے بغیر بولیں آپ کا کوئی احسان نہیں یہ احسان اللہ کا ہے۔

ابوجہل کا سیدہ اسماء بنت ابوبکرؓ کو تھپڑ مارنا

پہلے تو صرف ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تعلق تھا۔ اب خاندانی مراسم ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کے معاشرے میں سالی اگر اپنے بہنوئی کے پاس بار بار آئے جائے تو آپ مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ چاہے وہ بیٹی بیٹی کہہ کر پکارتا ہے آپ کے معاشرے میں یہ بات ہے تو وہاں بھی تھی۔ انسانی نفسیات ہر جگہ برابر اور مساوی ہیں۔ آپ نے غور نہیں کیا رات کے سناٹے میں سیدہ اسماء بنت ابوبکرؓ.....کون اسماء، عائشہ کی ہمشیرہ، رات کے سناٹے میں روٹی لے کر جاتی ہیں۔ چوری چھپے غذا مہیا کرتی ہیں۔ خدمت کرتی ہیں۔ بار بار آتی جاتی ہیں۔ کس بری طرح سے جھنجھوڑ کر اس نے تھپڑ مار کر اس نے پوچھا کہ بتا تو کہاں جاتی ہے۔ پھر کیا اس عورت نے کچھ منہ سے نکالا۔ (سیرت ابن اسحاق، ص:344) اور تم اور میں آج کے مرد اور مولوی اور پیر اور بڑے بڑے مذہبی ڈیرے دار جیل کا نام سن کے ہمارے اوپر لرزہ طاری ہوتا ہے۔ اس عورت نے رات کی تاریکی، کافروں کے ظلم و جبر و تشدد کی تاریکی، دونوں تاریکیوں سے بے خوف ہو کر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے ابا ابوبکر صدیق کی خدمت دونوں سے گریز نہیں کیا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی گریز نہیں کیا۔ اس دور میں کوئی توانا مرد مثلاً میں اتنا توانا نہیں مگر میرا قیاس یہ ہے کہ اس دور میں

کوئی عورت میرا تھپڑ کھا کر دس منٹ ہوش میں نہیں آئے گی۔ میں بنیادی طور پر اس وقت مریض ہوں۔ میرے جسم میں وہ طاقت نہیں ہے لیکن میں پھر بھی کہتا ہوں کہ اگر میں کسی طرح زن فاحشہ یا فرنٹ لیڈیز سیکنڈ لیڈیز تھرڈ لیڈیز یہ زنان فاحشہ زنان مکر ہہ۔۔۔ او ہو ایسی تھوتھو والا جسم، گندی عورتیں جن کے منہ سے بدبو جن کے جسم سے تعفن کے گناہ اور زنا کی لذت کے بھبکے اٹھتے ہیں۔ نہیں ہیں یہ پاک دامن۔ ان سے زیادہ ناپاک اس صفحہ ہستی پر کوئی نہیں ہے۔ میرا رخ مڑ جائے گا یہیں سٹاپ کرتا ہوں۔ ہاں مجبور ہوں میں۔ یہ موضوع بڑا خطرناک ہے۔ اس طرف چل پڑوں تو میں اپنا آپ بھی بھول جاتا ہوں۔ یہ ہیں ہی اس قابل۔ ہائے ہائے ہائے توبہ توبہ جوتا ہو پانی میں بھیگا ہوا۔ اتنا لمبا۔ پوہ کا مہینہ ہو اور رات ہو پوہ کی بہت ٹھنڈی کورہ جما ہوا ہو۔ اس یہودن کو آدمی الٹا لٹا دے اور پھر اللہ کا نام لے کر کھڑا ہو جائے۔

ایک: پھر پوچھے کہ بتا پردہ ضروری ہے یا نہیں؟

دوسرا: عورت کی گواہی کا اسلام میں جواز ہے۔؟

تیسرا: بازار میں فل میک اپ کر کے نکلنا اسلام میں جائز ہے؟

چوتھا: مردوں کے ساتھ کھل کر بے تکلف بے حجابہ گفتگو کرنا جائز ہے؟

پانچواں: پنج تن کے نام کا او یہودن، او خدا خراب کرے، سارے بازار میں سے چن کر ایک دکان کو اپنا سپیشل شاپنگ سینٹر بنایا ہوا ہے، یہ جائز ہے؟ ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان کا سرمایہ، ان کا بینک بیلنس، ان کے بڑے بڑے عہدے، ان کا اے ون سوسائٹی کا ممبر ہونا، ان کا پاکستان کی بیوروکریسی کے گھروں میں بیاہا جانا، بیوروکریٹس کی ذریۃ البغایا ان کے جسم سے پیدا ہوتی ہے۔ سولہ سوٹ ہیں تو سولہ قسم کے زیور کے سیٹ۔ سولہ قسم کی نیل پالش، سولہ قسم کی ہونٹوں کی لپ اسٹک ہے۔ سولہ قسم کی فیس پاؤڈر ہے۔ مسکارا ہے اور نہ جانے کیا لشکارا ہے۔ اور پھر کہتی ہے کہ مردوں کو چاہیے کہ نگاہیں نیچے رکھیں۔ اچھا۔ یہاں تک گریبان ننگا۔ یہاں تک سلیولیس۔ چپکی شلوار، چپکی ہوئی قمیض، جس طرح میراثی کے طنبورے پر خوبصورت غلاف چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ کہتی ہے کہ یہ سیدہ عائشہ صدیقہ کی پیروکار ہے۔ یہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی پیروکار ہے۔ یہ سیدہ فاطمۃ الزہراء کے گھر کی کتیا بھی تو نہیں ہو سکتی۔ اس گھر کی کتی بھی باحیا تھی۔ یہ چھچھوندر تو یورپ سے امپورٹڈ کی گئی ہے۔ یہ الزبتھ ٹیلر اور صوفیا لورین کی بھونڈی نقالہ ہے۔ خدا کی پھٹکار ہو تجھ پر بھی اور جو تجھے مسلمانوں کی فرسٹ لیڈی کہے اس پر بھی۔ آخ تھو! تیرے تصورِ عورت پر۔ ''لاحول ولا قوت الا باللہ'' کن پاک بندیوں کے ذکر میں ان خبیثوں کا، خبیثات اور خبیثون کا ذکر آ گیا۔

ہاں جناب والا! خاندان کی بات ملاحظہ فرمائیے۔ بچہ بوڑھا جوان عورت مرد کوئی فرد ہے، کوئی فرد ہے جو اس

قرب پر ناز کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور کوئی فرد ہے کہ اس قرب کے صدقے میں جس کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے اور وہ پیچھے ہٹا ہو۔ میں پھر تقابل کروں گا ان لوگوں کے لیے جو لوگ بار بار ایک ہی بات کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر محمد کریم صلی الہ علیہ وسلم کے گھر میں غربت تھی تو اس غربت کو بھی لبیک ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ابوطالب نے نہیں کہا۔ کرتا نالبیک۔ بیٹا پلوا لیا بیٹی نہ دی۔ کہیں تو جم کے دکھاؤ۔

اسلام میں نسل پرستی نہیں

نسل پرستی کا اسلام میں بھوت ہے ہی نہیں۔ اگر نسل پرستی کا بھوت اسلام نے پیدا کیا ہوا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 23 برس میں کم از کم 23 ہاشمیوں کو کوئی عملداری اور حکمرانی دے کر جاتے۔ لیکن ہاشمی کو اگر ملا تو کتابتِ وحی کا درجہ ملا جو ایک اُموی کو بھی ملا۔ کوئی تفوّق نہیں ہے۔ اور وہ اموی اس ہاشمی سے زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ تقدم وتأخر کی بات ضرور ہے کہ جناب سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ ''السابقون الاوّلون'' میں ہیں اور جناب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما یہ آخرون میں ہیں۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔ لیکن کوالٹیز کے اعتبار سے، اپنے معاشرتی اور تمدنی تفوّق کے اعتبار سے، خاندانی جبلّی موروثی قابلیتوں کے اعتبار سے بنوامیہ کو جو مقام حاصل تھا بنی ہاشم کو نہیں تھا۔

بنوتیم پر اعتراض تب کریں کوئی لوگ اگر ہاشمیوں کو کوئی مقام ملا ہو

ابوبکر اگر مصلے پر کھڑا ہو گیا تو میں نے کھڑا کیا ہے، سیدنا معاویہ نے، ابوسفیان نے عباس نے علی نے ابوبکر کے بیٹوں محمد یا عبدالرحمٰن نے، ابوبکر کی بیوی نے کھڑا کیا ہے، کس نے کھڑا کیا ہے، کیا جرات تھی ابوبکر کی؟ اللہ تعالی کو تو ہم نے دیکھا نہیں ہم نے تو محمد رسول اللہ کی بات دیکھنی ہے۔ اور پھر ایک مرتبہ بات کہہ کے خاموش ہو جاتے جس طرح ایک مرتبہ کہا تھا لاؤ قلم دوات۔۔۔۔۔ قلم دوات تو ایک دفعہ مانگی لیکن ابوبکر کو مصلے پر کھڑا کرنے کے لیے تین مرتبہ اصرار کیا۔ اگر قلم دوات کی حیثیت شرعی حیثیت ہوتی تو نبی اصرار کرتے، بار بار مانگتے۔ اور لیے بغیر، حاصل کیے بغیر نہ رکتے۔ ابوبکر کی باری آئی عائشہ نے کہا یارسول اللہ وہ نرم دل ہیں ٹھہر نہیں سکیں گے۔ نہیں نہیں

فَقَالَ: ''مُرُوا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ''قَالَتْ عَائِشَةُ: اِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَعَادَتْ، قال: '' مُرِي اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاس، فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ'' فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ، فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (صحیح بخاری)

میں جو کہہ رہا ہوں ابوبکر کو کہو جاؤ نماز پڑھاؤ۔ پھر عرض کیا۔ وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتے وہ نہیں کھڑے ہو سکتے آپ پیچھے ہوں ''ھوامامک''، وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوں ان میں ہمت ہی نہیں ہے۔ حضور پھر فرماتے ہیں

نہیں میں کہتا ہوں حکم دیتا ہوں وہ کھڑا ہو جائے مصلے پر۔ تیسری مرتبہ اور پھر فرمایا عائشہ سنو اور عائشہ کے صدقے اس کی جوتیوں کے صدقے امت کے اہل ایمان تم بھی سنو۔

گوش ہوش وا کرو!

دل کے کانوں سے سنو، سنو سنو دیکھو!

قدسیوں کے جلو میں ناموس اکبر کیا اعلان کرتا۔

ناموس اکبر نے اعلان کیا کہ:

یابی اللہ الا ابا بکر

دو مرتبہ انکار کیا کہ نہیں وہی جائے گا مصلے پر اور تم بار بار کہتی ہو پھر میں اس بات کو جس کو چھپا کے بیٹھا ہوا تھا ابھی میں جس کا اعلان نہیں کرنا چاہتا تھا تمہارے اصرار پر تمہارے تکرار پر اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ ابوبکر کے سوا مصلے پر کوئی اور ٹھہرے اللہ اس کا انکار کرتا ہے۔ قلم اور دوات تمہیں بڑا یاد ہے کہ لاؤ قلم دوات۔۔۔۔ اگر ابوبکر و عمر نے نہیں دی تو باقی رشتہ دار موجود نہیں تھے؟

جناب گزارش یہ ہے کہ۔۔۔ ہے تو کم درجے کی بات لیکن سنا دیتا ہوں۔

ایک مسجد کی دائیں طرف لکھا ہوا تھا ابوبکر۔۔۔ عمر۔۔۔ عثمان تو آخر میں لکھا ہوا تھا۔۔۔ علی حیدر۔ ایک مومن (رافضی) گزرا اس نے آنکھیں چرا کر دیکھا اور پھر اس کا منہ بگڑ گیا۔ اس نے ایک کنکری اٹھائی اور ابوبکر و عمر و عثمان کے نام پر ماری اور وہ جا کر علی کے نام پر لگی۔ ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اگر ان کے ساتھ رہے گا تو پھر ایسے ہی ہوگا۔ یہ تو تمہارا عقیدہ ہے۔ کہ اگر ابوبکر و عمر عثمان کے ساتھ مل گیا ہے تو تم کہتے ہو کہ غلط ہے۔ اور جب کوئی جواب نہیں دے سکتے تو پھر کہتے ہیں کہ تقیہ کیا تھا۔ اچھا بابو تمہاری بات مان لی۔ تو بڑا۔

تقیہ کیا مولا علی نے چوبیس سال، امیر معاویہ کے زمانہ میں امام حسن نے تقیہ کیا اڑھائی سال۔ امام حسین نے تقیہ کیوں نہیں کیا؟ والد کی سنت بھی چھوڑ دی، بھائی کی سنت بھی چھوڑ دی۔ اگر چھانی میں ڈال دیں تو آٹا تو ہے نہیں، صرف ریت ہی ریت ہوگی جو گرتی جائے گی، کچھ بھی نہیں بچتا۔ اوسنیو! کوئی ہوش کرو۔ جناب کوئی ہوش کرو دشمن کا تو کام ہوا دشمنی کرنا، تجھے کیا ہو گیا ہے۔ ہاں تجھے غیرت تب آتی ہے جب الیکشن ہو۔ ورنہ تجھے غیرت نہیں آتی۔ تیری کریکٹر پر بھی لعنت ہو، تیری سوچ پر بھی ایک انگلی کی لعنت کافی ہے۔ شرم بھی نہیں آتی، الیکشن کے وقت ہی غیرت آتی ہے ویسے نہیں آتی۔ کون کہے اور کسے کہے کیوں کہے۔ سارے کانے جو ہوئے۔ ....(جاری ہے)

مولانا بلال احمد خان (جامعہ عربیہ ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ)

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے انسانیت کی فلاح و بہبود و نجات اُخروی اور دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ہر زمانے میں اپنے منتخب اور منظورِ نظر اور پسندیدہ لوگوں سے کام لیا۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہ کام انبیاء کرامؑ سے لیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد چونکہ نبوت و رسالت جامعیت اور اکملیت سے ہم کنار ہو کر اختتام پذیر ہوئی اور اب آپ کے بعد کسی کو بھی نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا۔ اب انسانیت کی فلاح و بہبود اور رہنمائی کی ذمہ داری اس امت کے ذمہ ہے۔ سب سے پہلے یہ کام صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے لیا گیا۔ اس کے بعد ہر زمانہ سے علمائے کرام، مشائخ عظام، مجددین اور فقہائے کرام سے لیا گیا ہے۔ برصغیر کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی عظیم شخصیات سے نوازا ہے جنہوں نے نہ صرف امت مسلمہ کی رہنمائی کی ہے بلکہ فتنوں کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے ہیں۔ امت مسلمہ کے بنیادی اور اساسی مسلمات پر جب بھی کسی نے حملہ کیا تو ان اکابرین و اساطین نے سوئی ہوئی قوم کو جگایا اور رہنمائی فرما کر فتنوں کے سیلاب کے سامنے بند باندھ کر سدِ سکندری کا کام کیا۔ جس طرح فتنہ دجال کیلئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا روح اللہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو زندہ حیات رکھا ہے۔ اسی طرح کچھ نفوس قدسیہ جو کہ قرون اولیٰ کی ہستیاں تھی مگر فضل ربانی نے انہیں اس زمانہ میں دین کامل کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والوں کیلئے میدان کارزار میں اتارا۔ انہیں شخصیات میں سے مجدد زماں امام اہل سنت آیت من آیت اللہ فقیہہ العصر محدث و مفسر محقق عظیم استاذ المناظرین حضرت علامہ مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ بھی تھے، جنہوں نے نوآبادیاتی دور کے پیدا کردہ تمام فتنوں کی سرکوبی کیلئے اللہ کے فضل سے خوب سے خوب تر کام کیا۔

حضرت مولاناؒ برصغیر میں امام اہل سنت کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی پیدائش ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ مطابق ۹ جنوری ۱۸۷۷ء کو کاکوری لکھنو میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار متبحر عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز گھر پر ہی ہوا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے علمائے فرنگی محل سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ سید عین القضاء رحمہ اللہ آپؒ کے عظیم ترین اساتذہ میں سے تھے۔ آپ نے ۱۸۹۹ء میں تکمیل علوم کے بعد ماہنامہ الفقہ کے نام سے رسالہ جاری کیا جو کئی سالوں تک جاری رہا اور اس وقت وہ فقہ کی عظیم دستاویز کے طور پر جانی جاتی ہے۔

برصغیر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد اگر فتنوں کی سرکوبی اور خصوصاً دفاع صحابہؓ اور عظمت صحابہؓ کے علم

کو بلند کرنے والی کوئی شخصیت ہے تو وہ آپ ہیں۔ محقق العصر حضرت استاذی مولانا محمد نافع رحمہ اللہ (۱۹۱۸ء۔۔۔ ۲۰۱۴ء) نے بارہا اپنی مجالس میں فرمایا کہ حضرت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے اتنا مضبوط اور منظم اور جامع کام کیا ہے کہ اگر اسی کو جدید تقاضوں کے مطابق جامع حوالہ جات سے مزین کر کے پیش کر دیا جائے تو رہتی دنیا تک دفاع صحابہ کیلئے مزید کسی اور کام کی ضرورت نہیں۔ یعنی حضرت امام اہلسنتؒ کا اس موضوع پر یہ بہت جامع اور عمدہ کام ہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنے درس حدیث میں جب دفاع صحابہؓ کے موضوع پر سوال کیا جاتا تو فرماتے اس کا جواب آپ کو لکھنو سے ملے گا۔ آپ ہی برصغیر کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ جنہوں نے تشیع کا مطالعہ نہیں کیا ان کے اصول وفروعات، فقہ و تاریخ اور فن رجال کا مطالعہ نہیں کیا وہ چاہے کتنا ہی بڑا مفسر و محدث یا فقیہہ اور مفتی اعظم ہو اس کی بات ہرگز ہرگز قابل التفات نہیں۔ حضرت نے فریق مخالف کے ایک درجن سے زائد اخبارات و رسائل کے مقابلے میں النجم کا اجراء فرما کر دشمنان صحابہ کو تگنی کا ناچ نچا دیا۔ حضرت فن مناظرہ میں امام کی حیثیت رکھتے تھے۔ فروعی یا اصولی اختلاف کے حامل تمام مسالک کے ساتھ مہذب، لاجواب اور منہ توڑ گفتگو کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت دوسرے علوم سے واقف نہیں تھے بلکہ حضرت بیک وقت مفسر، محدث، فقیہہ اور متکلم اسلام تھے۔ اس وقت ہم صرف حضرت کے مناظروں کی فہرست پیش کرتے ہیں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت نے فتنوں کے خلاف کس جوانمردی سے کام کیا ہے۔ یہ اس زمانے کی تصویر ہے جب مناظروں کے نام پر ہر طرف گالم گلوچ اور دشنام طرازی کا بازار گرم تھا اس وقت کس مہذب اور باوقار انداز میں اپنا موقف پیش کیا۔ فریق مخالف کے لوگ بھی آپ کی علمی وجاہت اور رویہ کے معترف تھے۔ علمی اور تحقیقی دنیا میں آج بھی ان کی تحریریں ایک روشن ستارے کی مانند ہیں۔ تحقیق کی دنیا میں آج بھی کسی بھی فریق کا آدمی ان کی تحریروں سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر کسی صاحب کے پاس ان مناظروں میں سے کوئی مناظرہ ہو تو وہ بندہ کو یا ادارہ ''نقیب ختم نبوت ملتان'' کو صرف آگاہ کر دیں تو بھی ان کا احسان عظیم ہوگا۔

قادیانیوں سے مناظرے

۱۔ تحریری مناظرہ لکھنو ۱۹۱۳ء بابت النجم ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۱۹۱۳ء۔ (یہ حیات و وفات مسیح اور ختم نبوت واجرائے نبوت پر قادیانیوں کی خواہش پر خصوصی نمبر شائع کیا گیا تھا۔ قادیانی امت آج تک اس کا جواب نہیں دے سکی)

۲۔ تحریری مناظرہ مونگیر ۱۹۱۶ء (صحیفہ رحمانیہ نمبر ۱۴، مونگیر مطبع رحمانیہ)

۳۔ مناظرہ پورینی ضلع بھاگلپور (بہار) ۱۹۱۷ء

۴۔ مناظرہ رنگون (صیحہ رنگون بر پیروان دجال زبوں) ۱۹۲۰ء

۵۔ مناظرہ شملہ ۱۹۲۲ء (ازالۃ الغفلہ عن مرزائیۃ شملہ)

۶۔ مناظرہ ساونت واڑی (کوکن) بنام تحفہ ایمانی ۱۹۲۵ء

۷۔ مناظرہ اینچولی ضلع میرٹھ ۱۹۲۸ء

۸۔ مناظرہ رُودَولی ضلع بارہ بنکی (مولوی رونق علی رُودَولی سے حیات مسیح پر ہوا تھا)

اثناء عشری حضرات سے مناظرے

۱۔ مناظرہ لکھنو ۱۸۹۴ء (النصرة الغيبية على الفرقة الشيعية)

۲۔ مناظرہ لکھنو ۱۹۰۸ء

۳۔ مناظرہ لکھنو ۱۹۱۰ء بنام مباحثہ جدید

۴۔ مناظرہ بمبئی ۱۹۱۶ء مطابق ۱۳۳۶ھ حصہ اوّل حصہ دوم

۵۔ مناظرہ چکوال ۱۹۱۸ء خلافت اصحاب ثلاثہ

۶۔ مناظرہ مکیریان ہشیار پور ۱۹۲۰ء

۷۔ مناظرہ امروہہ ضلع مراد آباد ۱۹۲۰ء نمبر اوّل اور نمبر دو۔

۸۔ مناظرہ بشیر ہاٹ ضلع چوبیس پرگنہ (مغربی بنگال) ۱۹۲۲ء، (النجم ۲۱ رصفر ۱۳۴۴ھ، جمادی الاوّل ۱۳۴۸ھ)

۹۔ مناظرہ کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ (۱۹۲۳ء) مرتب اور داعی: مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑ

۱۰۔ مناظرہ منٹگمری (موجودہ ساہیوال پنجاب) ۱۹۳۰ء

نوٹ: مناظرہ تلہ گنگ ضلع کیمل پور اور مناظرہ کندیاں کا ذکر بھی موجود ہے مگر کہیں سے تفصیل دستیاب نہیں ہوئی۔

بریلوی حضرات سے مناظرے

۱۔ مناظرہ سلطان پور (یوپی) ۱۹۱۸ء

۲۔ مناظرہ کچھوچھہ (یوپی) ۱۹۲۰ء (نصرت آسمانی۔۔۔)

۳۔ مناظرہ بمبئی ۱۹۲۵ء (تحفہ لاثانی۔۔۔)

۴۔ مناظرہ امروہہ ۱۹۲۷ء (فتح حقانی۔۔۔)

۵۔ مناظرہ بھاگلپور ۱۹۲۷ء (نصرت آسمانی۔۔۔)

۶۔ مباحثہ گونڈہ ۱۹۲۷ء (اس کا ذکر فتح حقانی میں ہے)

۷۔ مناظرہ رنگون ۱۹۳۱ء "دفع شب خون از مانڈے ورنگون"

۸۔ صواعق آسمانی۔۔۔۔مناظرہ لکھنو

غیر مقلدین حضرات سے مناظرے

۱۔ مناظرہ بڑھنی ضلع بستی (یوپی) ۱۹۲۹ء

۲۔ مناظرہ مہوا بسم اللہ خان ضلع گونڈہ (یوپی) ۱۹۳۷ء

آریہ سماج سے مناظرے

۱۔ مناظرہ فیروز آباد آگرہ ۱۹۱۳ء

۲۔ مناظرہ لکھنو ۱۹۱۳ء

۳۔ مناظرہ بارہ بنکی ۱۹۱۳ء

۴۔ مناظرہ مراد آباد ۱۹۲۳ء

اس کے علاوہ امام اہل سنتؒ کے ہزاروں کے صفحات پر مشتمل کئی تصانیف موجود ہیں اور صحیفہ النجم کا بھی نصف صدی پر محیط شاہکار علمی ذخیرہ موجود ہے اور خصوصاً مناظرہ اور اظہار حق جو کہ دس حصوں پر مشتمل ہے؛ ایک لاجواب تاریخی دستاویز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس شاہکار کو جلد منظر عام پر لانے والوں کی خصوصی مدد فرمائے اور ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور فرمائے۔ آمین۔ حضرت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ تمام عمر فتنہ باطلہ کے خلاف برسرپیکار رہ کر خود ۷ار ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ راپریل ۱۹۶۲ء بروز پیر بعد از عصر جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

حضرت امام اہل سنتؒ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حیات وخدمات (سوانح) اور النجم کے حوالے سے جو دستیاب ہوا ہے وہ یہ کہ آپ کے چار بیٹے، ان کی بیویاں، دو بیوہ بہوویں، بارہ پوتے، پندرہ پوتیاں اور پوتے پوتیوں کی دس اولادیں موجود تھیں۔ ایک چہیتی اور لاڈلی جگر گوشہ، چار بیٹے اور ایک کم سن پوتے میاں عبدالہادی کا آپ کی زندگی میں انتقال ہو چکا تھا۔ مذکورہ بالا چار بیٹوں میں سے دو بیٹے عبدالرؤف (۱۹۰۸ء) اور عبدالرب (۱۹۲۱ء) نے صغرسنی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دوسرے دو بیٹوں میں مولانا عبدالغفور فاروقیؒ اور مولانا عبدالعزیز فاروقیؒ صاحب اولاد ہو کر دنیا فانی سے رخصت سفر باندھا۔ یہاں ہم مختصراً حضرت کی اس اولاد کا تعارف لکھتے ہیں جن سے آپ کی نسل آگے پھلی پھولی اور اپنے آباؤاجداد کی وراثت کو سنبھالا۔

مولانا حافظ محمد عبدالغفور فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ امام اہل سنتؒ کے سب سے بڑے نور نظر تھے جو ۱۹۰۲ءؒ کو کاکوری میں پیدا ہوئے اور عالم شباب میں ہی ۱۴ر شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۲ر نومبر ۱۹۳۵ء بروز منگل دار فانی سے دار باقی کو سدھار گئے۔ آپ نے تمام تعلیم اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی حاصل کی۔ آپ کی اولاد میں مولانا عبدالاوّل فاروقیؒ جو ۱۹۲۷ء میں کاکوری میں ہی پیدا ہوئے، ان سے ہی نسل آگے بڑھی۔ انہوں نے اپنے دادا کی ہی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ دورہ حدیث کی تکمیل شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے کی۔ کئی مدارس میں پڑھایا۔ دار المبلغین میں استاد بھی رہے۔ زبردست حافظہ کے مالک، بہترین خطیب اور شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے۔ خود بھی کہتے تھے اور دیگر شعراء کے کثیر اشعار از بر تھے۔ ان کی اولاد الحمد للہ اس وقت بھی دین و دنیا کی خدمت میں مصروف و مشغول ہیں۔ مولانا عبدالاوّل فاروقیؒ نے جنوری ۱۹۹۲ء میں وفات پائی۔

حضرت مولانا حافظ عبدالسلام فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اپنے آبائی وطن کاکوری ضلع لکھنو میں ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۵ر اگست ۱۹۷۳ء مطابق ۱۵ر رجب ۱۳۹۳ھ بروز بدھ وفات پائی۔ تقریر و تدریس اور فن مناظرہ میں آپ کے حقیقی جانشین تھے۔ انہوں نے دیگر مدارس کے علاوہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ اساتذہ میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا میاں اصغر حسین، علامہ ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کو امام اہل سنت نے اپنی حیات مستعار ہی میں دار المبلغین کا مہتمم اور صدر المدرسین مقرر فرمایا۔ اس وقت بھی آپ کے ہی ہونہار فرزند ارجمند حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی دامت برکاتہم دار المبلغین اور فکر لکھنوی کے روح رواں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر صحت و عافیت سے قائم رکھے۔ آمین۔ (مولانا عبدالعلیم فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ بھی 24 اپریل 2024 کو انتقال فرما گئے)

آپ کے زمانے کی اہم شخصیات جنہوں نے دار المبلغین سے کشف فیض اور شرف تلمذ حاصل کیا ان میں سے کچھ حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے کتنی عظیم شخصیات کو تیار کیا گیا۔ مناظر ختم نبوت حضرت مولانا لال حسین اختر پاکستان، مولانا انصار الحق امروہی سابق شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ چلہ امروہہ، مولانا عبدالحق مولف اشرف السوانح، مولانا عبدالحق غازی پوری سابق پیش کار دارالعلوم دیوبند، مولانا سید احمد حسین شاہ بخاری چوکیری پاکستان، مولانا سید نور الحسن بخاری پاکستان، مولانا قاری صدیق لکھنوی، مولانا کلیم اللہ الہ آبادی، مولانا سید ہدایت جہاں بستوی سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند، مولانا نبی رحم بستوی، مولانا سلیمان خیر آبادی

اعظمی سابق شیخ الحدیث بیت العلوم مالی گاؤں، مولانا عبدالسلام زید پوری سابق شیخ الحدیث مدرسہ مدینۃ العلوم رسولی بارہ بنکی، مولانا محمد عمر مبارک پوری، مولانا محمد یحییٰ مبارکپوری، مولانا کلیم اللہ بہرائچی، مولانا مجیدالدین اثر زبیری، مولانا حکیم عبدالباری شاد بہرائچی، مولانا بلالی علی آبادی، مولانا مبین الحق فتح پوری شیخ الحدیث جامع العلوم کانپوری، مولوی قاری عبدالرزاق گونڈوی، ردشیعیت کے سلسلے میں ممتاز عالم دین اور مبلغ علامہ عبدالستار تونسوی پاکستان، مولانا جمال الدین غازی پوری، مولانا بشیر حسن لکھنوی، مولانا محمد حنیف آروی، مولانا حکیم الطاف حسین غازی پوری، مولانا نجم الدین احیائی مبارکپوری، مولانا سمیع الدین تمبوری سیتاپوری اور مولانا ولی محمد سیتاپوری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(بحوالہ: امام اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی حیات وخدمات، از پروفیسر محمد عبدالحی فاروقی، مطبوعہ دارالکتاب لاہور پاکستان جنوری ۲۰۰۹ء ص ۶۸۳، ۶۸۴)

حضرت مولانا حافظ محمد عبدالمؤمن فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۸/اپریل ۱۹۰۹ء کاکوری میں پیدا ہوئے جو کہ آپ کا آبائی وطن ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اس کے علاوہ مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور درس نظامی کی تکمیل مدرسہ عالیہ امروہہ ضلع مرادآباد سے کی۔ آپ نے اپنے والد کے قلمی کام کو بام عروج تک پہنچایا۔ آپ اپنے والد گرامی کے قلمی جانشین تھے۔ رسالہ النجم کو خوب پروان چڑھایا۔ آپ نے صحافت اور تالیف وتصنیف کے مشغلے کو اختیار کیا۔ آپ کی ادارت میں النجم، آفتاب اور حرم وغیرہ جاری ہوئے اور اسلام کی صحیح اور حقیقی روح کو متعارف کرا کر فتنوں کے خلاف سدسکندری کا کام کیا۔ آپ کے زمانے میں صرف خصوصی نمبروں کو دیکھا جائے تو آپ کی جانفشانی، مشن سے لگن اور عرق ریزی کا پتا چلتا ہے۔ النجم کا خصوصی نمبر، احتجاج نمبر، امامت نمبر، ذبیح اللہ نمبر، تحریک نمبر، ناموس اسلام نمبر، خلافت نمبر، کربلا نمبر، شہداء نمبر، رسالت نمبر، عاشوراء نمبر، صحابہ نمبر، ہجرت نمبر، خاتون نمبر، مدح صحابہ نمبر، عتیق نمبر، استقلال نمبر اور کمیشن نمبر وغیرہ۔ آفتاب کے خصوصی نمبر، عید نمبر، کعبہ نمبر، شہید نمبر، فیصلہ نمبر، صفدر نمبر، معاویہ نمبر، سیف اللہ نمبر، معراج نمبر اور سیاست نمبر وغیرہ۔ اگر آپ کی تمام تصانیف کو دیکھا جائے تو اس کیلئے کئی صفحات کی ضرورت ہے۔ شائقین حضرات خدمات وحیات امام اہل سنت کے صفحہ ۶۹۳ سے ۷۰۰ تک ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آپ کی اولاد نرینہ میں پروفیسر محمد عبدالحی فاروقی سب سے پہلے نمبر پر ہیں جن کے مختصر احوال آخر میں پیش کئے جائیں گے۔ دیگر کیلئے حضرت لکھنوی کی سوانح خدمات وحیات ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا محمد عبدالمہیمن فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کی پیدائش ۱۹۱۳ء میں کاکوری میں ہوئی اور وفات ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔ آپ نے تعلیم مدرسہ قدیمہ فرنگی محل مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، کچھ عرصہ کانپور اور پھر مدرسہ عالیہ عربیہ امروہہ ضلع مرادآباد سے حاصل کی۔ کچھ مدت کیلئے

ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے زیرِ تربیت بھی رہے۔ تعلیم و تعلم کے بعد زیادہ وقت النجم اور اپنے والد محترم کی کتابوں کی اشاعت میں گزارا۔ اب تو آپ کی اولاد بھی اللہ کو پیاری ہو چکی ہے۔ اب ان کی اولاد آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر گامزن ہے۔

مولانا حافظ عبدالعزیز فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ ۱۹۱۹ء میں کاکوری میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اکثر تعلیم اپنے والد گرامی کے زیرِ نگرانی ہی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فنِ تجوید میں بہت ملکہ عطا فرمایا۔ اپنے والد گرامی کے مشن و تحریک کے امین رہے۔ النجم اور دار المبلغین کے ساتھ وابستہ رہے۔ اپنے والد گرامی کی حیات مبارکہ ہی میں ۹ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۵۴ھ بروز بدھ داغ مفارقت دے گئے۔

مولانا حکیم عبدالغنی فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کی پیدائش امروہہ میں ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ درس نظامی کی تعلیم مدرسہ عالیہ فرقانیہ سے مکمل کی۔ حدیث اور تفسیر اپنے والد گرامی سے دار المبلغین میں حاصل کی۔ طب کی تعلیم لکھنو کے کالج سے حاصل کر کے بحیثیت طبیب سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ کراچی میں بھی مطب کیا۔ تصنیف و تالیف میں ذوق رکھتے تھے۔ اپنے والد گرامیؒ کے کچھ رسائل اور مکتوبات وغیرہ کو بھی شائع کرایا۔ حضرت امام اہل سنتؒ کی یہ آخری نشانی ۲۸ جون ۲۰۰۷ء مطابق ۱۲/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ بھی راہی عدم ہوئے۔

آخر میں حضرت امام اہل سنتؒ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتا ہوں جو ۱۹۱۵ء میں کاکوری میں پیدا ہوئیں۔ ان کی تعلیم و تربیت ابو اور امی کی خصوصی نگرانی میں ہوا۔ نہایت پارسا اور متقی تھیں۔ ۲۱ رسال کی عمر میں اپنے والد کی حیات مبارکہ میں دسمبر ۱۹۳۶ء میں داغ مفارقت دے گئیں۔

پروفیسر محمد عبدالحی فاروقی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کی پیدائش ننہال قصبہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر (سابق ضلع فیض آباد یوپی) ۵ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۳۶ء بروز منگل ہوئی۔ آپؒ حضرت مولانا حافظ محمد عبدالمؤمن فاروقی کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ امام اہل سنتؒ کے پوتوں میں سے حافظ عبدالاوّل فاروقیؒ کے بعد آپؒ سب سے بڑے تھے۔ ناظرہ قرآن اور ابتدائی تعلیم لکھنو میں ہی جدامجد اور والد گرامی کی سرپرستی میں حاصل کی۔ بعد میں مخصوص حالات اور مزاج و مذاق کو دیکھ کر والد گرامی نے خاندانی روایات سے ہٹ کر جدید تعلیم کی طرف بھیج دیا۔ والد کی کڑی نگرانی اور دادا کی خصوصی توجہات سے جدید علوم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی علوم کے مخصوص نصاب کو پڑھ کر درس نظامی کی تعلیم سے بھی خوب خوب حصہ پایا۔ یہ خصوصی نصاب امام اہل سنتؒ نے خود تجویز فرمایا اور دار المبلغین میں اپنی نگرانی میں

پڑھایا۔ آپ انتہائی ذہین اور فطین تھے اور اپنے دادا کے بہت ہی لاڈلے اور چہیتے تھے دادا کے سفر و حضر کے ساتھی رہے۔ حج کے سفر میں بھی دادا کی رفاقت کی سعادت سے بہرور ہوئے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جو نہ صرف ادیب اور سوانح نگار ہیں بلکہ شخصیات کا الٹرا ساؤنڈ کر کے اپنے مخاطب اور قاری کے سامنے پیش کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ خاندانِ لکھنوی کے متعلق جتنی معلومات وہ رکھتے تھے بندہ ناچیز کی معلومات میں اب دور دور تک شاید ہی کوئی شخصیت ہو۔ انہوں نے امام اہل سنتؒ کی زندگی کے ہر پہلو کو قریب سے دیکھا اور اسے اپنی عملی زندگی کا حصہ بھی بنایا۔ اور پھر اس کو اس انداز سے رقم کیا کہ پڑھنے والا ایسے محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ سب کچھ اس کے سامنے ہو رہا ہے۔ پڑھنے والا مشاہد بن جاتا ہے۔ پروفیسر صاحبؒ کے علمی کارناموں میں جہاں ان کی تصانیف وخدمات ہیں وہاں اپنے دادا کی سوانح ایک عظیم شاہکار ہے۔ جس میں انہوں نے ڈیڑھ دوصدی کی تاریخ کو اس ترتیب سے پرویا ہے کہ گویا سب کچھ پڑھنے والے کے سامنے ہو رہا ہے اور وہ اس مجلس کا حصہ ہے۔ ان کی دیگر خدمات مخدوم اور محبّ مکرم ڈاکٹر عبدالناصر فاروقی زیدمجدہم کے مضامین میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ بندہ دیارِ غیر سے ان کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہے۔ بہر حال وہ انتہائی نفیس مزاج، قدامت پسند اور ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے ہر ملنے اور رابطہ کرنے والے کو اس طرح اپنائیت سے نوازتے تھے کہ معلوم ہوتا کہ سالہا سال سے رشتہ وناطہ اور گہرا تعلق چلا آرہا ہے۔ جب بھی ٹیلی فون رابطہ ہوا تو ایسے محسوس ہوا جیسے وہ قدیم سے ہمارے واقف راز ہیں۔ ہندوستان سے یہی ایک شخصیت تھی جو بیرون ملک خصوصاً پاکستان کے آدمیوں کے ساتھ بے تکلف اظہار خیال فرماتے تھے۔ سالہا سال کے بعد بھی رابطہ کرنے والے سے وہیں سے بات شروع کرتے جہاں سے رابطہ ٹوٹا تھا۔ یہاں سے آپ کی انتہائی فطانت کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ بندہ کے لئے آپ کی سب سے پرکشش یہ روحانی توجہ اور عملی زندگی کا بے نظیر اور قابل رشک نمونہ ہے کہ دہلی میں رہتے ہوئے اپنے بچوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کیا لیکن ان کی بود و باش، قدامت پسندی، مذہبی روایات، شرعی وضع قطع اور خاندانی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھا۔ یہ آپ کے عظیم منتظم، مصلح اور مثالی مربی ہونے کا شاہکار ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ ان کی اولاد در اولاد ہمیشہ کیلئے قائم رکھے۔ حضرت پروفیسر محمد عبدالحی فاروقیؒ ۲ رستمبر ۲۰۱۴ء مطابق ۶ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ کو نئی دہلی میں راہی عدم ہوئے۔ جنازہ دیوبند میں جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہم نے پڑھایا اور وہیں احاطۂ قاسمی کے خاص حصے میں آسودہ خاک ہوئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام سے نوازے اور ان کی اولاد اور محبین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ محترم ڈاکٹر عبدالناصر فاروقی مدظلہ نے حکم فرمایا تو یہ کچھ گزارشات جو غیر مرتب ہیں؛ پیش کر دیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی ہو تو بندہ معذرت خواہ ہے۔

مولانا محمد مغیرہ　(قسط نمبر:14)

محاذ ختم نبوت پر گزرے وقت کی یادیں

مرزائی ٹولے کی جائے پیدائش قادیان کا شہر تقسیم کے وقت ہندوستان میں رہ گیا۔ پاکستان بننے کے بعد جس طرح کئی مسلمانوں نے ہجرت کر کے پاکستان میں سکونت اختیار کی اسی طرح بہت سے مرزائی بھی پاکستان آ گئے۔ کچھ دنوں بعد مرزا بشیر الدین نے ایک پیشین کر ڈالی کہ ہندوستان کی یہ تقسیم اور ملک پاکستان کا ایک الگ ریاست کی شکل اختیار کرنا ایک عارضی عمل ہے، ہندوستان پھر سے ایک ہو جائے گا۔ مرزا بشیر الدین چونکہ مرزائی مذہب میں ایک الہامی وعدے سے پیدا ہونے والے بچے کی حیثیت رکھتا ہے، اب اس نے یہ پیشین گوئی کر دی تھی تو پوری قادیانیت ہمہ وقت ہر لحظہ اس انتظار میں تھی کہ ان کے مصلح موعود کی یہ پیشین گوئی کب سچ ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قادیانی ربوہ چناب نگر کے بہشتی مقبرہ میں مردے بھی امانتاً دفناتے رہے۔ بہشتی مقبرے کی داستان بھی عجیب ہے، مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک دفعہ اعلان کیا کہ مجھے قادیان میں ایک خاص قطعۂ زمین وحی کے ذریعے متعین کر کے دکھایا گیا ہے، میرا جو پیروکار اس میں دفن ہوگا سیدھا بہشتی ہوگا۔ البتہ اس بہشت کے شارٹ کٹ کی ایک خاص فیس ہے وہ ادا کرنا ضروری ہے، یعنی ایک خاص مقدار اور تناسب کا چندہ۔ البتہ میرے خاندان اور بال بچوں کے لیے اس چندے کی ضرورت نہیں۔

اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پاکستان کا قیام ہو گیا، اور خود مرزا کے اپنے بچے اپنے باپ کی قبر سمیت پورے بہشتی ٹکڑے کو وہیں چھوڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر پاکستان فرار ہو گئے۔ لیکن چندہ بھی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا لہذا یہاں پاکستان میں بہشتی مقبرہ فیز ٹو کی بنیاد ڈالی گئی۔ فریب خوردہ احمدیوں کو مطمئن کرنے کے لیے یہ تسلی دی گئی کہ چندہ دیتے رہو، یہاں مردے امانتاً دفن کریں گے۔ جب پاکستان ٹوٹ جائے گا اور دونوں ملک دوبارہ ایک ہو جائیں گے تو تمھاری لاشوں کو واپس قادیان والے بہشتی مقبرہ فیز ون میں لے جائیں گے۔

مزید خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پاکستان میں بھی ملت اسلامیہ کی غیرت اور عشق رسالت کے نتیجے میں ان پر زمین تنگ ہوتی گئی تو ان کے خلیفے یہاں سے بھی فرار ہو کر اپنی مادرِ مہربان ملکہ الزبتھ کی آغوش میں برطانیہ جا پناہ گزین ہوئے۔ سنا ہے کہ وہاں پر بہشتی مقبرہ فیز تھری بھی بنا لیا گیا ہے۔

ایک دفعہ میں نے ایک دوست سے درخواست کی کہ کیا یہ ممکن ہے کہ چناب نگر کے دفاتر اور ادارے دیکھے جائیں؟ اس دوست کے مرزائی باشندوں سے ذاتی نوعیت کے تعلقات تھے۔ اس نے چناب نگر کے کسی محلّہ کے

صدر سے وضاحت سے بات کی کہ مولوی مغیرہ کو اداروں کا وزٹ کروانا ہے۔ انہوں نے ہاں کر دی۔ تاریخ طے کر کے مجھے آ کر بتایا۔ اس قادیانی نے گاڑی کا انتظام کیا۔ ہم وہاں صبح صبح چلے گئے۔ گاڑی تیار تھی، گاڑی پر سوار ہوئے۔ ایک میں تھا اور ایک وہ دوست، جب کہ ایک محلّہ کا صدر اور غالباً دو قادیانی اور بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ ہمیں سب سے پہلے ان کے بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ وہاں جا کر پتہ چلا بہشتی مقبرہ میں ایک الگ خاص حصہ ہے جہاں پر مرزا بشیر الدین، مرزا ناصر اور مرزا قادیانی کی ایک بیگم سمیت رائل فیملی کی قبریں ہیں۔ جب ہم وہاں پہنچے دیکھا کہ مرزا بشیر الدین اور اس خاص حصے کی قبروں کی تختیوں کے ماتھے پر سے کچھ مٹا ہوا ہی نہیں بلکہ کسی خاص چیز سے کچھ گہری کھدائی کروا کر وہ عبارت مٹائی گئی ہے۔ جب میں نے ان قادیانیوں سے اس بابت دریافت کیا کہ یہ کیوں ہے اور کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے وہی بتایا جو مختلف طریقوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں کہ یہاں اماناً دفن ہیں اور مرزا صاحب کی پیشین گوئی پوری ہونے کے بعد ان کو نکال کر قادیان قبرستان بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جائے گا۔ ایسے ہی اس بہشتی مقبرہ میں سر ظفر اللہ، ڈاکٹر عبدالسلام اور کئی اہم بڑے نامور قادیانیوں کی قبریں بھی ہیں۔

پاکستان کے ابتدائی برسوں میں تو قادیانی یونہی سوچا کرتے تھے کہ جب پاکستان مٹ جائے گا اور ہندوستان پھر سے ایک ملک ہو جائے گا تو یہ مردے قبروں سے نکال کر قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن کریں گے۔ یہ تمنا ہر وقت ہر قادیانی کے دل میں موجود تھی اور اپنی آنکھوں سے پاکستان کے ختم ہونے مٹ جانے کی امید لیے جی رہے تھے تا آنکہ وہ وقت آ گیا کہ بھٹو حکومت نے قادیانیوں کی ملک دشمنی سرگرمیوں کو بھانپ کر نیشنل اسمبلی سے قادیانیوں کو کافر اقلیت قرار دیا۔ پہلے تو ملک پاکستان کو ختم ہونے کے خواب اس لیے دیکھ رہے تھے تاکہ مرزا بشیر الدین کی کی ہوئی پیشین گوئی سچ ثابت ہو لیکن اب ان کی ملک دشمنی دو آتشہ ہو گئی۔ ایک مرزا بشیر الدین کی پیشین گوئی کے پیشِ نظر پاکستان کے وجود کے مٹ جانے کا انتظار اور دوسری آتش یہ کہ پاکستان کی حکومت نے ان کو کافر اقلیت قرار دیا۔ اسی لیے ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کو لعنتی ملک قرار دیا تھا۔ جب بھی آپ قادیانیوں سے صیغہ راز میں ملکی معاملات پر بات کریں گے تو ان کی زبان سے پاکستان کے لیے نفرت آمیز بیانات اور تاثرات سنیں گے۔ جب ملک کے ساتھ محبت نہیں ہے تو کسی وزیرِ اعظم، آرمی چیف یا کسی اور ملکی بڑے عہدے پر فائز کسی شخص کے بارے میں ان کے کیا تاثرات ہوں گے خصوصاً ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور ضیاء الحق مرحوم کا نام سنتے ہی برداشت سے باہر ہو جاتے ہیں۔

البتہ جنرل پرویز مشرف کو اچھی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ جب جنرل پرویز مشرف نے ریفرنڈم کرایا تو چناب نگر کے قادیانیوں کو تو میں نے خود دیکھا کہ انھوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ گھروں میں پڑے معذور اور اپاہج مرد و زن تک کا ووٹ کاسٹ کرانے کے لیے پولنگ اسٹیشن پر لے گئے اور پرویز مشرف کے حق میں ووٹ ڈلواتے رہے۔ جس سے محسوس ہوتا تھا کہ قادیانیوں کو پرویز مشرف صاحب سے کوئی امید لگ چکی تھی جو یقینی طور پر پوری نہ ہو سکی۔

پاکستان کے کسی بڑے عہدے پر فائز دوسرے آدمی عمران خان تھے جن کا شہرہ چناب نگر میں بہت تھا۔ قادیانیوں کو خان سے بڑی امیدیں تھیں۔ اندر اندر خان کے گن گاتے تھے۔ابتدائی زمانے میں عمران خان کا پاکستان یا بیرون ملک امریکہ و برطانیہ میں کہیں جلسہ ہو، انجمن احمدیہ کی طرف سے بیرون ملک رہنے والے تمام قادیانیوں کو غیر رسمی طور پر ہدایت تھی کہ ہر حال میں عمران خان کے جلسہ میں پہنچیں۔لیکن کچھ ہی وقت گزرا کہ عمران خان نے بھی ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور اس معاملے میں اپنے دینی و مذہبی رجحان کو کھل کر واضح کر دیا۔ایک احمدی دوست نے مجھے بتایا کہ امریکہ میں خان صاحب تشریف لائے تو ہم انجمن کی ہدایت کی روشنی میں ان کے جلسے میں بہت جوش وخروش سے پہنچ گئے، مگر جلسہ ختم ہونے پر کئی قادیانی کہتے جا رہے تھے کہ خان نے ہمارے ساتھ ہاتھ کر دیا ہے اور جماعت احمدیہ کو چونا لگایا ہے کہ تقریر میں آسیہ ملعونہ کی رہائی کا تو تذکرہ ہوا مگر ہمارے بارے میں خیر خواہی کا کوئی لفظ تک نہیں آیا کسی قسم کے تعاون کی بات تو ایک طرف رہی۔

پاکستان کی سیاسی حالت کے بارے میں احمدیوں کا رویہ مضحکہ خیز حد تک عجیب وغریب ہے۔ یہاں پیش آنے والے ہر اہم واقعے کو وہ اپنے کسی نہ کسی گرو کے کسی تبخیری خواب یا الہام سے جوڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہر نئے ڈکٹیٹر یا کرشماتی لیڈر سے امیدیں باندھتے ہیں، اور یقیناً اندرونِ خانہ ساز باز اور لابنگ بھی جاری رہتی ہے، مگر جب ان کے مقاصد کہیں بھی حاصل نہیں ہو سکتے تو پھر سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی سیاسی طور پر یا کسی اور طرح سے ملکی حالات خراب ہوں تو عام قادیانی سے لے کر ان کے خلیفے تک کی زبان پر یہی ہوتا ہے کہ جس ملک نے احمدیوں کو کافر قرار دیا ہے اس ملک میں کب سکون ہو سکتا ہے۔

پرویز مشرف کا ذکر آیا تو مجھے یاد آیا کہ جنرل پرویز مشرف نے ملک میں مخلوط انتخابات کا اعلان کیا، تو ہمیں ذرا کھٹکا ہوا۔ایک تو قادیانیوں کے جنرل صاحب سے رومانس پر ہی ہم ذرا چوکنا تھے، اب اس پر مزید پریشانی ہوئی کہ مخلوط انتخابات سے مقصد کیا ہے۔اس اعلان سے کہیں قادیانیوں کو تو کوئی فائدہ دینا مقصود نہیں؟۔ہم نے مشاورت کے بعد پریس کے ذریعے موقف دیا کہ ہمیں مخلوط انتخابات سے انکار نہیں ہے مگر اتنا ہو جائے کہ کافر کافر بن کر ووٹ کاسٹ کرے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ کافر مسلمان کی لسٹوں میں اپنا نام لکھوائیں اور ووٹ دیں۔

اس وقت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم حیات تھے۔انہوں نے اس میں بڑی محنت کی، جمعیت علماء اسلام سمیت کئی سیاسی جماعتوں سے رابطے کیے اور بڑی محنت سے اس جائز مطالبے کی تنفیذ کے لیے حکومت سے یقین دہانی لینے میں کامیاب ہو گئے۔اس سلسلے میں نظم کی طرف سے راقم اور قاری شبیر احمد عثمانی مدظلہ کی ڈیوٹی لگی کہ علاقہ میں سروے کیا جائے اور گھوم پھر کر تمام آبادیوں میں جہاں قادیانی رہائش کا تناسب زیادہ ہے اس بات کی تحقیق کی جائے کہ کہیں وہ مسلمانوں کی ووٹ لسٹ میں اپنا نام تو درج نہیں کروا رہے۔ہم دونوں صبح موٹر سائیکل پر نکلتے، ووٹر

لسٹوں کے اندراج کے مراکز جاتے، علاقہ کے معززین سے ملاقاتیں کرتے، محکمہ مال اور دیگر سرکاری محکمے جونئی ووٹر لسٹوں کی تیاری میں مصروف تھے ان کے ذمہ داران سے ملاقات کرتے اور شام کو واپس مرکز میں آ کر دن بھر کی کارگزاری کو مرتب کرتے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک روز ہم اسی مہم میں علاقائی گشت پر تھے کہ مخدوم مکرم حضرت کفیل شاہ بخاری امیر مرکزیہ مجلس احرار اسلام کا فون آیا اور پوچھا کہ کہاں ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں اور قاری شبیر احمد عثمانی صاحب فلاں مقصد کے لیے علاقائی گشت پر نکلے ہوئے ہیں۔ اس پر شاہ جی ہنس پڑے کہ علاقہ میں گشت پر تم نکلے ہوئے ہو مگر اخبارات میں فلاں فلاں حضرات کے جانب سے دعوے شائع ہو رہے ہیں کہ اس کام کے لیے وہ قریہ قریہ بستی بستی پڑتال کر رہے ہیں۔ خیر یہ تو ماحول میں ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہم نے ضلع چنیوٹ کا پورا علاقہ تقریباً سروے کیا۔ جہاں جہاں ووٹر لسٹوں میں بڑے پیمانے پر نئے ووٹ ڈالنے والوں کے اندراج کا پتہ چلا ہم وہاں گئے اور اپنی بساط کے مطابق پڑتال کی۔ تاکہ عامۃ المسلمین کے حقوق پر کوئی نامسلم ڈاکہ نہ ڈال سکے۔

متوسط طبقہ کے لوگ ہی اکثر کام آنے والی اللہ کی مخلوق ہے۔ سب انسان ایک جیسے نہیں ہوتے، ہر آدمی میں اللہ تعالی نے کوئی ایسی خصوصیت رکھی ہے جو دوسرے میں نہیں ملتی۔ چناب نگر کے ارد گرد رہنے والے اکثر لوگوں کا قادیانیوں کے ساتھ آنا جانا تھا اور اب بھی کسی قدر ہوتا ہی ہے۔ دکان داری، محنت، مزدوری یا کچھ بھی نہ ہو تو بہر حال پڑوس ہونے کے ناطے کچھ نہ کچھ خواہی نخواہی، میل ملاپ تو ہو جاتا ہے۔ میرے پاس ایک آدمی آیا متوسط طبقہ سے تعلق، کاشتکاری سے منسلک، خوش مزاج اور مجلسی زندگی کا شوقین۔ حال و احوال کا تبادلہ ہوا۔ اس نے پہلے ہی ملاقات میں قادیانیوں سے اپنے تعلقات کا ذکر بھی کیا۔ ابتداء قادیانیوں سے تعلق کا ذکر کرنا مجھے اچھا نہ لگا لیکن اس دوست نے ہمارے ساتھ رابطہ ملاقات کو بھی باقی رکھا۔ ہمارے یہاں ابتدائی دن تھے۔ علاقہ میں کچھ متعارف ہوئے تو معلوم ہوا کہ ہمارے اس نئے دوست کے بارے میں علاقہ کے لوگوں کے تاثرات کوئی اچھے نہ تھے۔ کیونکہ وہ صاحب مجلسی میل ملاقات کے شوق میں قادیانیوں سے تعلقات رکھنے میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ جب دیکھو ان کے ڈیرے پر قادیانیوں کے زمیندار وڈیرے آ رہے ہیں جا رہے ہیں۔ جب کبھی ان کے گھر جاؤ پتہ چلے وہ چناب نگر گئے ہیں۔ کئی بار سارا سارا دن چناب نگر قادیانیوں کے پاس گزارنا۔ نیچے سے اوپر تک ہر شعبہ کے کئی قادیانی افراد سے ملاقاتیں اور رسائی۔ عمومی گفتگو میں قادیانیوں کے اٹھائے گئے سوالات کا دہرانا۔ میرے ساتھ بھی بے تکلفی کا معاملہ مگر اکثر و بیشتر قادیانیوں کی چلائی ہوئی باتوں کا ذکر کرنا۔ لیکن ساتھ میں یہ بھی تھا کہ قادیانیوں سے اس حد تک مراسم کے باوجود ہمارے ساتھ بھی ان کا تعلق برقرار رہا بلکہ بڑھتا گیا۔ اپنی ملاقاتوں میں قادیانیوں کے سوال کرنا اور دیے گئے جواب کو نہ ماننے کی ضد کرنا، بلکہ جلد بازی کرتے ہوئے ہمارے جواب کو فوراً مسترد کرنے کی کوشش کرنا۔ مجھے اندازہ تو ہوتا تھا کہ یہ صاحب اپنے ایمان کے لیے سہارے تلاش کر رہے ہیں، اور میرے جواب کو جو فوراً رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں

وہ دراصل یہ سوچ کر کرتے ہیں کہ جب کسی قادیانی کو یہ جواب دوں گا تو وہ جواب الجواب میں کیا کہے گا۔ پھر بھی بشریت کے ناتے کبھی ان کی ضد بازی سے غصہ بھی آ جاتا تھا کہ بھائی ہماری بات کم از کم سن تو لو۔ اور پھر کبھی وہ سوالات بھی ایسے کرتے تھے کہ قادیانیوں کے ارتدادی لٹریچر میں بھی ان کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ شاید خود قادیانیوں کو وہ سوال کبھی سوجھے ہی نہ ہوں مثلاً کہ تم کہتے ہو کہ مرزا جی کی موت ٹٹی خانہ میں ہوئی اس لیے نبی نہیں اور اگر وہ بیت اللہ کا طواف کرتے مرتا تو پھر تم اس کو نبی مان لیتے؟ مرزا جی کہتے ہیں مجھے سو سو مرتبہ پیشاب آتا ہے تم کہتے ہو کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں جو شخص سو مرتبہ پیشاب کرتا ہے وہ ہر پندرہ منٹ بعد بیت الخلا میں جاتا ہوگا، اگر ایسا ہے بھی تو اس پر تمہیں کیا اعتراض ہے؟ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ قادیانیوں سے اس کے قریبی تعلقات ہیں اور اس کے سوالات کا لہجہ و انداز بھی ایسے چبھتے ہوئے کہ تلخی سے بچنا بہت مشکل۔ پھر جو بھی جواب دیا جائے اس کو سنتے ہی فوراً رد کرنے اور نہ ماننے کی ضد۔ غرض ہم اپنے غصے کو بھی سنبھالتے اور اس دوست کی دوستی کو بھی سنبھالتے۔ بہر حال ہمارے ساتھ ان کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ چناب نگر شہر آتے تو ہمارے پاس بھی اکثر آ جاتے، کیونکہ ان کے ساتھ باہمی بے تکلف تعلق بن گیا۔ ایک روز میں نے ان سے کہا کہ آپ کا قادیانیوں سے تعلق ہے ہمارے پاس مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا سیٹ (روحانی خزائن) نہیں ہے۔ کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ میسر آ جائے؟ کہنے لگے کوشش کی جا سکتی ہے ویسے آسانی سے ملنا مشکل ہے۔ کیونکہ سابقہ چھپا ہوا اسٹاک ختم ہو چکا ہے اور دوبارہ ابھی شائع ہوا، اور نہ قریب قریب چھپنے کی کوئی خبر خود جماعت کے افراد کو مل رہی ہے۔

پھر کہنے لگے کہ میرے اہلِ تعلق میں ایک قادیانی ہے جس کا تعلق جماعت احمدیہ کے شعبہ نشر و اشاعت سے ہے میں اس سے تمھاری ملاقات کرواتا ہوں۔ راہ و رسم شروع کرنے میں عین ممکن ہے روحانی خزائن کا حصول بھی ہو جائے۔ وہ مجھے ایک قادیانی کے گھر ملاقات کے لیے لے گئے۔ میرا تعارف کروایا کہ یہ مولانا محمد مغیرہ ہیں اور جامع مسجد احرار کے خطیب ہیں۔ آپس میں میل ملاپ میں تو کوئی حد نہیں۔ ملاقات بڑے اچھے رنگ میں ہوئی اور اس قادیانی نے ملاقات پر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک دوبار ہم دونوں ان کے گھر گئے۔ ہم پیشگی اطلاع کر کے ہی ان کے ہاں جاتے، مگر جیسے ہی ہم ان کے گھر داخل ہوتے، کئی قادیانی ان سے ملاقات کے لیے آ جاتے اور آپس میں باتیں کرتے کہ آج فلاں جگہ پر اتنے افراد احمدی ہوئے۔ فلاں آدمی تحقیق کے لیے ہمارے پاس آتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی یہ تأثر دیتے کہ لوگوں کا رجحان قادیانی مذہب کی طرف بہت زیادہ ہو رہا ہے۔ اور وہ قادیانی جس کے گھر ہم گئے تھے وہ بھی جوش و خروش سے دوسرے قادیانیوں کے ساتھ اس گفتگو میں شامل ہو جاتا حتیٰ کہ ایک روز یہ بھی کہا کہ میں تو اپنے پاس آنے والے سب غیر احمدی دوستوں سے کہتا ہوں کہ آج مہلت ہے فوراً احمدیت میں شامل ہو جاؤ ورنہ ایک وقت آئے گا تو مجبور ہو کر داخل ہو گے۔ بس آپس ہی میں اس قسم کی باتیں کرتے رہتے، کبھی ہم سے بھی ہم کلام ہو

جاتے۔ ہم تو اپنی غرض سے گئے ہوئے تھے بس ہوں ہاں کرتے رہتے لیکن مطلب کی بات کرنے کا موقع ہی نہ آتا کہ اس شخص کے اہل محلّہ اسے ہمارے ساتھ تنہا ہونے ہی نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز ہمارا کج بحث مسلمان دوست میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جس قادیانی کے گھر ہم نے آنا جانا شروع کیا ہے اس نے مجھے آپ کے نام پیغام دیا ہے کہ آپ آئندہ میرے پاس نہ آئیں۔ کیونکہ جماعت نے مجھے لائن حاضر کیا اور پوچھا کہ تمہارے مکان پر مولوی مغیرہ کیوں آتا ہے؟ اس کے آنے کا کیا مقصد ہے۔ ملکی حالات ٹھیک نہیں ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

کچھ دن بعد وہ دوست پھر آئے تو میں نے کہا اپنے اس قادیانی دوست کو میرا پیغام دینا کہ مولوی مغیرہ کہہ رہا تھا میں نے آج تک تمہارے عقائد کے مخالف کتابیں پڑھی ہیں، میری خواہش تھی کہ تم سے ذاتی ملاقات میں ان موضوعات پر کھل کر گفتگو کروں اور تمھارا موقف جانوں۔ چلو اگر تم مذہبی بحث نہیں کرنا چاہتے تو ٹھیک ہے ہر شخص کا اپنا رجحان ہوتا ہے مگر ذاتی تعلق رکھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ افسوس ہے کہ تم نے ملاقات، ملنے ملانے سے ہی روک دیا۔ اس دوست نے میرا پیغام پہنچایا جس پر دوبارہ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ وہ بھی ہماری انتظار میں ہوتے۔ بڑی چاہت سے ملتے۔ اب جب کبھی ہم ان کے پاس جاتے وہ ہمیں وہاں سے اٹھنے ہی نہ دیتے۔ کبھی ملکی حالات پر گفتگو کرتے اور نتیجہ جماعت احمدیہ کے حق میں نکالتے۔ اور ایسے ہی اسلام اور قادیانیت کے مابین نزاعی بات ہوتی تو بھی کھینچ تان کر قادیانیت کے حق میں لے آتے اور ہم سنتے رہتے۔ اگر میں کبھی کسی بات کا جواب دینے کی کوشش کرتا تو بڑے اعزاز سے مجھے کہتے مولوی صاحب آپ تو بڑے اچھے آدمی ہیں آپ بھی باقی مولویوں کی طرح بات کرتے ہیں۔ کافی دن تسلسل کے ساتھ آتے جاتے ایک باہمی اعتماد بن گیا تو ہم نے ایک ملاقات میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کے سیٹ روحانی خزائن کے طلب کا اظہار کیا۔ اس وقت روحانی خزائن تقریباً ناپید تھی۔ پچھلا ایڈیشن کافی عرصہ پہلے چھپا تھا اور پرانا سٹاک ختم ہو چکا تھا۔ ہمیں بڑی سخت ضرورت تھی اور کوشش تھی کہ کسی صورت مل جائے۔ جب ہم نے اس سے روحانی خزائن کی طلب اور ضرورت کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا کہ روحانی خزائن اب تو ملنا مشکل ہے۔ جماعت دوبارہ چھاپے گی تو پھر ہوسکتا ہے۔ درمیان میں اس نے دبے لفظوں میں کہا کہ جماعت کا فارم پُر کیے بغیر یہ بڑا مشکل ہے۔ میں نے کہا کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس کے پیروکار سے اس کے مذہب کی کتابیں یا لٹریچر مانگا جائے تو وہ کہے کہ پہلے ہماری جماعت کا فارم پُر کرو پھر لٹریچر دیں گے۔ اس قادیانی کے ساتھ اتنی لمبی ملاقاتوں کا اصل مقصد تو یہی تھا کہ روحانی خزائن کے حصول کا کوئی راستہ بن جائے مگر وہ نہ بن سکا۔

ایک دن وہ دوست آیا اور کہنے لگا مولوی صاحب وہ نشر و اشاعت والے دوست نے تو مایوس کیا ہے اب میں نے ایک بارسوخ قادیانی سے صاف صاف آپ کا نام لے کر کہا ہے کہ ان کے لیے روحانی خزائن چاہیے۔ اب وہ قادیانی مجھے جانتا تھا، اور اس کے ساتھ میری کئی ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ جب اس دوست نے میرا نام لیا تو اُس قادیانی نے حامی

بھر لی۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت اس نے روحانی خزائن کے سیٹ کی قیمت ۳۵۰۰ روپے مانگے تھے۔ ہم نے اس کو روپے پہنچا دیے۔ پھر لگے انتظار کرنے۔ اسی انتظار میں ہم کئی دن راہ تکتے رہے، مگر کتاب نہ ملی۔ بالآخر اس کی طرف سے بھی جواب ہی ملا کہ جماعت کے لوگ نہیں مانتے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے پیسے واپس لے لو۔

ایک روز میں اپنی روٹین کے مطابق علاقہ میں نکلا ہوا تھا کہ اسی ساتھی کی بستی سے گزر ہوا جس کے واسطے سے یہ سارا کام چل رہا تھا اور نا کام ہو رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ گزرتے ہوئے ملاقات کرلوں اور نہیں تو پیسوں کا ہی پتہ کروں کہ کب مل رہے ہیں۔ اس دوست کے گھر پہنچا، دروازے پر دستک دی، باہر آتے ہی کہنے لگا کہ مولوی صاحب! اگر کہیں سے کسی طریقہ پر روحانی خزائن دلوا دوں تو کیا سابقہ پیسے جو قادیانی سے واپس لینے ہیں وہی ہوں گے یا نئے پیسے دے سکتے ہو؟ میں نے کہا کہ وہ تو جب ملیں گے اگر کہیں سے سیٹ ملتا ہے تو دلوا دو پیسے نقد دوں گا۔ اس پر اس نے کہا کہ میں آج بازار سے بیج لینے کے لیے گیا، حسبِ معمول مختلف لوگوں سے ملتا ملاتا ایک ایسے آدمی کے پاس گیا جو فلاں شہر کا ہے اور ابھی چند مہینے ہوئے وہ قادیانی ہوا ہے، اور جماعت احمدیہ نے ازراہ تحفظ اس کو چناب نگر بلا لیا ہے کہ یہاں حفاظت رہے گی۔ میں نے اسے اپنا دکھڑا سنایا کہ میں بھی جماعت سے متاثر ہوں۔ میرا اتنے عرصہ سے جماعت کے دوستوں سے رابطہ ہے اور فلاں فلاں بڑے لوگوں کا نام لیا کہ ان سے بھی میری ملاقاتیں ہیں۔ میری زندگی کی ایک حسرت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریریں پڑھوں مگر میرے پاس روحانی خزائن نہیں ہے۔ میں ایسے چلتے پھرتے نہیں پڑھنا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ وہ سب میرے پاس ہوں۔ جب گھر کے کام کاج سے فارغ ہوں کچھ پڑھ لوں مگر میرے پاس یہ مکمل سیٹ نہیں ہے، اس سلسلہ میں بڑا پریشان رہتا ہوں۔ وہ چونکہ نیا مرتد تھا اور ابھی جماعت احمدیہ کے اندرونی ذہن سے واقف نہیں تھا اس لیے میری اس حسرت بھری خواہش کو دیکھ کر کہا کہ میرے پاس مکمل سیٹ موجود ہے اگر آپ لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ پیسے مجھے دے دیں تا کہ میں دوبارہ حاصل کرلوں۔ میں نے وہ بیج والے پیسے اس کو دے دیے اور اس نے کتابوں کا گٹو بھر کر مجھے دے دیا۔ میں ابھی چناب نگر سے واپس آیا ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ جتنا جلدی ہو سکے آپ کو پہنچاؤں اور اس بات پر بھی پریشان تھا کہ یہ کتابیں رات کو میرے گھر ہوں تو کہیں ان کی وجہ سے میرے گھر پر عذاب ہی نہ آ جائے۔ آپ خود ہی آ گئے ہو تو انہیں لے جاؤ تا کہ میری پریشانی ختم ہو۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ کہاں یہ صاحب قادیانیوں کے وکیلِ صفائی بن کر ہم سے بحثیں کرتے تھے اور کہاں آج ان کو روحانی خزائن کی وجہ سے خدا کے عذاب کا ڈر پیدا ہو گیا۔ میں نے کتابوں سے بھرا گٹو اٹھایا اور مسجد احرار آ گیا اور ایک اعتبار سے قادیانیوں کے ساتھ گفتگو بحث و تمحیص کے لیے ہتھیار مل گیا۔ روحانی خزائن کا حصول بڑا کٹھن مسئلہ تھا جو اس دوست کے ذریعے ممکن ہوا۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر محمد آصف (نائب ناظم شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان)

قادیانیوں کو دعوت دینے کا طریقہ۔ فکری و عملی رہنمائی

دعوتِ اسلام کا مقصد مناظرانہ غلبہ نہیں بلکہ دلوں کی اصلاح اور ذہنوں کی روشنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُم بِالَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ (النحل:125)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت، اچھی نصیحت اور بہترین اندازِ گفتگو کے ساتھ دعوت دو۔

فتنۂ قادیانیت چونکہ ایمان کی جڑ پر حملہ کرتا ہے یعنی ختم نبوت۔ لہٰذا قادیانیوں کو دعوت دینے کا کام سب سے زیادہ نازک، علمی، اور حکمت طلب فریضہ ہے۔

یہ کام وہی داعی بہتر انجام دے سکتا ہے جو علم کے ساتھ فہمِ دین، حسنِ اخلاق، اور داعیانہ حلم رکھتا ہو۔

قادیانیوں کو دعوت کے تین بنیادی اصول

(1) علمی بصیرت

داعی کو نہ صرف اسلامی عقائد پر گہری واقفیت ہونی چاہیے بلکہ قادیانی فکر کی جڑوں سے آگاہی بھی ضروری ہے۔

دعوتِ قادیانیت ایک سطحی گفتگو نہیں، بلکہ فکری علاج ہے۔

داعی کو درج ذیل امور پر علمی مہارت حاصل ہونی چاہیے:

۱) عقیدہ ختم نبوت کے قرآنی وحدیثی دلائل

۲) مرزا غلام احمد قادیانی کی متضاد تحریریں (براہِ راست اقتباسات کے ساتھ)

۳) قادیانی تاویلات کے علمی تجزیے ۴) اہلِ سنت کے اجماعی موقف کا بیان

۵) علم کے بغیر دعوت جذبات بن جاتی ہے، اور جذباتی دعوت قادیانی ذہن کو مزید ضدی بنا دیتی ہے۔

(2) حکمت اور نفسیاتی فہم

۱) قادیانی عموماً احساسِ مظلومیت یا روحانی برتری کے نفسیاتی جال میں ہوتے ہیں۔

۲) داعی کو ان کے ذہنی پس منظر کو سمجھنا چاہیے کہ ان میں سے اکثر پیدائشی قادیانی ہیں، علمی طور پر نہیں بلکہ ماحول کے زیرِ اثر ہیں۔

جماعتی نظم اور خوفِ اخراج انہیں سوچنے سے روکتا ہے۔

بعض دل سے شک میں ہیں، مگر ظاہراً دفاع کرتے ہیں۔

اس لیے داعی کو فوراً رد یا مناظرہ شروع کرنے کے بجائے، سوالات اور مکالمے کی حکمت اپنانی چاہیے۔

۳) دعوت کا آغاز ایمانیات کی بنیاد سے ہو، نہ کہ مرزا کے رد سے۔

(3) رحمت ونرمی قرآن کریم نے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:159)

''اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہوگئے، اگر آپ سخت ہوتے تو وہ آپ سے دور ہو جاتے۔''

داعی کا کام قادیانی کو محض لفظی شکست دینا نہیں بلکہ اس کے اندر کے انسان کو جگانا ہے۔

نرمی، سکون، اور علمی وقار ہی دعوت کو بارآور بناتے ہیں۔

دعوتِ قادیانیت کا تدریجی طریقِ کار

(1) مقدمۂ ایمان

''نبی'' کے مفہوم کی وضاحت، قادیانی فریب کی بنیاد لفظی تاویلات پر رکھتے ہیں۔

اس لیے سب سے پہلے یہ واضح کیا جائے کہ:

''نبی'' کا معنی وہ ہستی ہے جسے اللہ وحی کے ساتھ بھیجے تاکہ وہ لوگوں تک پیغام پہنچائے۔

قادیانی جب کہتے ہیں ''مرزا ظلی نبی تھا'' تو ان سے پوچھا جائے:

کیا ظلی نبی بھی وحی لیتا ہے؟

اگر ہاں تو یہ ختم نبوت کا انکار ہے۔ اگر نہیں تو پھر نبی کہنا دھوکا ہے۔

یہ طرزِ سوال ''نفی و اثبات'' کے ذریعے ذہن کو کھولتا ہے۔

(2) ختم نبوت کے دلائل بیان کرنا

داعی کو قرآن و حدیث کے دلائل میں مہارت ہونی چاہیے، مثلاً:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب:40)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

لَا نَبِيَّ بَعْدِي (بخاری) ''میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

یہ دو نصوص قادیانیت کے بنیادی تصور کو ختم کر دیتی ہیں۔

(3) مرزا قادیانی کی تحریروں سے تضاد نمایاں کرنا

دعوت کے دوران قادیانی کو اس کے اپنے بانی کی تحریریں دکھانا زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔

مثلاً: ''میں محدث ہوں، نبی نہیں'' (ازالہ اوہام)

''میں نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا'' (حقیقۃ الوحی)

''میرا انکار کرنے والا کافر ہے''(تذکرہ)

یہ تضاد دعوتی طور پر فکری جھٹکا پیدا کرتا ہے، جس سے بہت سے قادیانی سوچنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

(4) ایمانی بنیاد پر رجوع کی دعوت

داعی کو قادیانی کے دل میں ایمان کی رمق تلاش کرنی چاہیے، اور اسی سے بات کو جوڑنا چاہیے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دونوں مانتے ہیں، آپ علیہ السلام کے پیغام کو مرزا نے مسخ کیا تو آیئے، اصل نبی کی طرف لوٹیں۔''

یہ دعوتِ محبت ہے، مناظرے کی نہیں۔

دعوتِ قادیانیت میں ضروری احتیاطیں

1۔قادیانی تبلیغی ماہر ہوتے ہیں — اس لیے داعی کو بات کے جال میں نہیں آنا چاہیے۔

2۔مرزا کے مکاشفات یا خوابوں پر بحث غیر مفید ہے، کیونکہ وہ ذاتی دعویٰ ہے۔ گفتگو ہمیشہ قرآن وسنت پر مرکوز رکھی جائے۔

3۔ان کی تحریروں کو حوالہ کے ساتھ پیش کیا جائے، مبالغہ یا الزام سے پرہیز کیا جائے۔

4۔ عوامی اجتماعات میں مناظرے سے احتراز، بلکہ محدود مکالمہ ونصیحت کا انداز اختیار کیا جائے۔

5۔ داعی اپنے اخلاق سے دلیل بنے۔ اکثر قادیانی نرم مزاج مسلم داعیوں سے متاثر ہو کر قرآن پڑھنے لگتے ہیں یہی پہلا زینہ ہے۔

دعوت کے مؤثر ذرائع

قرآن فہمی کی نشستیں: قادیانی بھائیوں کو تلاوت وترجمہ کے حلقوں میں مدعو کریں۔

سیرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروس: تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا شعور زندہ ہو۔

اخلاقی ومعاشرتی مکالمہ: خدمت، عدل، اور کردار پر بات چیت زیادہ اثر کرتی ہے۔

آن لائن رابطہ: قادیانی نوجوان سوشل میڈیا پر زیادہ متحرک ہیں؛ وہاں دعوتی مواد منظم طور پر پہنچایا جائے۔

نتیجہ ورہنمائی:

دعوتِ قادیانیت میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ داعی کا دل نرم، علم پختہ، اور زبان سادہ ہو۔

قرآن کا منہج یہی ہے: فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (طٰہٰ:44)

''اس سے نرم انداز میں بات کرو، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔''

دعوت کا نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

داعی کا کام حکمت، صبر اور دعا کے ساتھ دعوت دینا ہے۔

قادیانیوں، بہائیوں اور الحاد کے شکار لوگوں سے ملاقات کا ذریعہ بنیں۔

مرتب: ابومروان

من الظلمت الی النور

ایک عیسائی نوجوان کا قبول اسلام

سیالکوٹ سے ہمارے نومسلم سابق ہندو محترم بھائی محمد عبداللہ صاحب کے ہاتھ پر ایک عیسائی نوجوان کا قبول اسلام۔ اللہ سبحان وتعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے ''جس شخص کو اللہ ہدایت تک پہنچانے کا ارادہ کر لے، اس کا سینہ اسلام کے لیئے کھول دیتا ہے'' عمیر یعقوب مسیح بن یعقوب مسیح سے بحوالہ ڈاکٹر انیس صاحب رابطہ ہوتا ہے تو وہ اسلام قبول کرنے کا اظہار کرتا ہے تو عمیر سے وقت طے کر کے اسکو اپنے پاس بلا لیتا ہوں اور اللہ کے فضل سے اسکو کلمہ شہادت پڑھا دیا جاتا ہے۔ عمیر اپنے والد کو نہیں دیکھ سکا ہے کیونکہ وہ اسکے بچپن میں ہی وفات پا چکا تھا اور والدہ 2019 میں فوت ہو چکی ہیں عمیر کی تین بہنیں ہیں ایک نے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا ہے اور دو بہنیں ابھی بھی عیسائی مذہب کی پیروکار ہیں۔ عمیر کے لیے استقامت کی دعا اور بہنوں کے لیے ہدایت کی دعاوں کی گزارش کی جاتی ہے۔

فتنہ گوہر شاہی کے ایک فرد نے اسلام قبول کر لیا

مبلغ احرار مولانا محمد مدثر اسماعیل کے زیر رابطہ شادن لنڈ نواحی علاقہ بستی قمبرانی ڈیرہ غازی خان سے محمد فیروز ین محمد رمضان نے فتنہ گوہر شاہی کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا۔ قائد احرار حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم نے ٹیلی فون پر ان کو شہادت کی کلمات پڑھائے اور مبارک دی جبکہ مجلس میں موجود علماء کرام اور دیگر افراد نے مبارک باد پیش کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین

چناب نگر میں 17 قادیانیوں کا قبول اسلام

06 دسمبر 2025ء کو چناب نگر (سابقہ ربوہ) میں 17 قادیانیوں کا قبول اسلام، کفر گڑھ چناب نگر میں 17 پیدائشی قادیانیوں نے مرزا قادیانی کے غلط عقائد کو چھوڑ کر سچے دینِ اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو استقامت دیں اور ہماری ان ٹوٹی پھوٹی کاوشوں کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

اخبار الاحرار

دوسری سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس

بیاد: شہید ختم نبوت، مبلغ احرار مولانا محمد الطاف معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

(رپورٹ: حافظ عتیق الرحمان گورچانی) دوسری سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس، جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر، نیو ماڈل ٹاؤن ڈیرہ غازی خان میں مورخہ 29 نومبر 2025ء بروز ہفتہ، بعد از نماز مغرب، پیر طریقت رہبر شریعت، شیخ الحدیث حضرت مولانا رشید احمد شاہجمالی صاحب مدظلہ (سرپرست مجلس احرار اسلام ڈیرہ غازی خان) کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ جس میں مرکزی امیر مجلس احرار اسلام پاکستان، نواسہ امیر شریعت، مولانا سید محمد کفیل بخاری، مرکزی نائب ناظم شعبہ تبلیغ، ڈاکٹر محمد آصف، امیر مجلس احرار اسلام ملتان حضرت مولانا محمد اکمل، پیر طریقت حضرت مولانا محمد احمد ڈیروی، حضرت مولانا محمد احمد شاہجمالی، مبلغین ومحبین احرار مولانا مدثر اسماعیل، مولانا عثمان، مولانا ثانی اثنین، مولانا سید عدنان شاہ، (راقم) حافظ عتیق الرحمان گورچانی (مدیر جامعہ اصحاب صفہ)، مولانا محمد اسامہ، مولانا محمد عمران، ڈاکٹر عبداللہ، مولانا انیس اللہ نفیس، مولانا عبدالعزیز، مولانا عمار نعیم، مولانا عمر نعیم، ملک عبد السلام جڑھ سمیت بڑی تعداد میں علما کرام وطلبا اورعوام الناس نے شرکت کی۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قائد احرار مولانا سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ اللہ تعالی نے 100 سے زائد آیات قرآنی اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے 200 سے زائد احادیث میں ختم نبوت کا اعلان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ دین اسلام، ملت اسلامیہ تک تین ذرائع سے پہنچا ہے۔ (1) اللہ رب العالمین نے حضرت جبرائیل امین کے ذریعہ سے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر اپنے کلام کو اتارا۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے قرآن سنا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت اور طریقے کے مطابق عمل بھی کیا۔ (3) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری امانت اور دیانت کے ساتھ امت کے اسلاف تک دین کو منتقل کیا اور قیامت تک علمائے امت، دین اسلام کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام پاکستان گزشتہ 96 برس سے اسلام کی دعوت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا پھریرا لہرائے ہوئے ہے۔ گزشتہ دنوں مبلغ احرار حضرت مولانا محمد الطاف معاویہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی ''احرار ختم نبوت کانفرنس'' کی تیاری کے سلسلہ میں ڈیرہ غازی خان آرہے تھے، مگر سڑک حادثے کی وجہ سے وہ شہادت اخروی سے بہرور ہوگئے۔ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے صدقہ دارین کی کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی نائب ناظم تبلیغ ڈاکٹر محمد آصف نے کہا ہم مسلمان خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالی نے ایمان کی دولت سے ہمیں نوازا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے

ایمان کی حفاظت کریں۔ عصر حاضر میں چہار جانب سے فتنے جوانانِ مسلم کے عقائد اور ایمان کو لوٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بالخصوص سوشل میڈیا اور یوٹیوب وغیرہ پر ہر دین کی بات کرنے والے کی بات سننے سے قبل اس سے متعلق تحقیق کرلیں کہ وہ مستند عالم دین ہیں یا نہیں۔ قادیانی مختلف طور طریقے، انداز اور اسلوب اختیار کر کے شرق اور غرب کے اندر حقیقی اسلام کی دعوت کے نام پر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ مجلس احرار اسلام کی کوشش و کاوش اور دعوت کے نتیجہ میں 2013ء سے 2025ء تک 300 سے زائد قادیانی مرد و خواتین انفرادی اور اجتماعی طور پر مشرف با اسلام ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اکمل صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ حضرت امیر شریعت اور ابنائے امیر شریعت رحمہم اللہ نے ہمیں یہ سبق اور پیغام دیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم میں ایک دعویٰ ہے، جس کی دلیل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک اس وقت تک کامیاب، کارگر اور موثر ثابت نہیں ہوسکتی، جب تک کہ دلیل جو کہ صحابہ کرام ہیں ان کی عدالت اور ان کی عزت و عظمت پر قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت پر اعتماد نہ کرلیا جائے۔ حضرت مولانا محمد احمد ڈیروی نے اپنے خطاب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پیدائش کے اعتبار سے میں پہلا ہوں جبکہ بعثت کے اعتبار سے میں آخری نبی ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ جس طرح اللہ نے اپنی ذات میں کسی کی شراکت کو قبول نہیں کیا، اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت میں بھی کسی شریک کو قبول نہیں فرمایا۔ حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی نے حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنی ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں ''درجہ ثانیہ'' کا طالب علم تھا۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اس وقت علیل تھے۔ کرائے کے مکان پر میں حاضر ہوا تو دیکھا، ابن امیر شریعت، حضرت سید عطاء المحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ جی کی خدمت میں مصروف عمل تھے۔ جب میں حاضر ہوا، تو حضرت شاہ جی زبان سے کلام نہ فرماتے تھے۔ اشارہ کے ساتھ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بیٹھنے کا حکم ارشاد فرمایا، اور مولانا عطاء المحسن شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اشارہ کے ساتھ میز پر موجود پنکھے کو میری طرف کرنے کا حکم دیا، یہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی، مجھ ناچیز کی مہمان نوازی اور قدر دانی تھی۔ بعد میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند حضرت عطاء المحسن شاہ جی کی امامت میں نماز عصر اشاروں کے ساتھ ادا فرمائی۔ اس میں ایک پیغام ہے سفر ہو کے حضر، صحت ہو کے بیماری، بہر صورت نماز کی باجماعت ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔ کانفرنس میں مبلغ احرار حضرت مولانا محمد الطاف معاویہ رحمۃ اللہ کی خدمات عالیہ کو مولانا عثمان ممتاز نے خراج تحسین پیش کیا۔ کانفرنس میں قاری محمد انس اکبر نے تلاوت کی جبکہ مولانا ثانی اثنین نے حمد باری تعالیٰ اور ہدیہ نعت پیش کی۔ مولانا محمد مدثر اسماعیل نے معزز مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کیا۔

رپورٹ احرار فری میڈیکل وآئی کیمپ

8 نومبر 2025 بروز ہفتہ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام مسلم ہسپتال میں فری میڈیکل کیمپ لگایا گیا۔ جس میں 156 مریضوں کا مفت معاینہ اور علاج کیا گیا۔

جبکہ ماہ دسمبر کی 6 تاریخ کو فری میڈیکل وآئی کیمپ لگائے گئے۔ جس میں جنرل او پی ڈی 178، آئی پیشینٹ 37 اور 16 شوگر ٹیسٹ کیے گئے۔ الحمدللہ یہ سب اللہ کے فضل و کرم اور آپ حضرات کے اعتماد کا نتیجہ ہے۔

سالانہ رپورٹ (2025ء) شعبہ خدمت خلق مجلس احرار، فری میڈیکل وآئی کیمپس مسلم ہسپتال چناب نگر

الحمدللہ! سال 2025ء میں مسلم ہسپتال چناب نگر میں ماہانہ فری میڈیکل وآئی کیمپس میں 2470 مریضوں کا علاج، ادویات، نظر کی عینکیں اور شوگر ٹیسٹ مفت کیے گئے۔ اور روزانہ کی بنیاد پر ڈسپنسری میں سال بھر میں 1875 مریضوں کا علاج کیا گیا۔ سال 2025 میں کل 4345 مریضوں کا علاج ہوا جبکہ اکتوبر 2022 سے دسمبر 2025 تک 13216 مریضوں کا علاج کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں 1 ڈیلیوری کیس، 3 مریضوں کے مختلف امراض کے آپریشن، جبکہ 2023 میں 9، 2024 میں 7 اور اس سال 2025 میں بھی 7 مریضوں کی آنکھوں کے سفید موتیا کے آپریشن کروائے گئے۔ ایک کینسر اور ایک فالج کے مریضوں کے علاج میں سال بھر تعاون رہا۔ جبکہ علاج معالجہ، یوٹیلٹی بلز، کرایہ، راشن و دیگر ضروریات کے لیے 60 گھرانوں کے ساتھ مستقل و جزوی طور پر نقد تعاون کیا گیا۔ رمضان 1446 میں ملتان، لاہور اور چناب نگر میں 71 ضرورت مند مسلمان گھرانوں جبکہ 40 نومسلم اور مستحق گھرانوں میں راشن پیکج بھی تقسیم کیے گئے۔

عیدالاضحیٰ 1445 کے موقع پر پنجاب میں ملتان، لاہور، گجرات، چیچہ وطنی، رحیم یار خان کے علاقوں میں گوشت تقسیم ہوا جبکہ صرف چناب نگر میں الحمدللہ 700 سے زائد گھرانوں میں گوشت کی تقسیم ہوئی۔ جبکہ سندھ کے دور افتادہ گاؤں ٹیاری، خیبر پختونخوا کے پسماندہ علاقوں منور بیلہ، بشام وغیرہ میں بھی اجتماعی قربانی کا نظم بنایا گیا۔ اس سال 44 جانوروں کا 230 حصوں پر مشتمل گوشت ضرورت مند، مستحق اور بالخصوص نومسلمین کے 1378 گھرانوں تک پہنچایا گیا جبکہ راشن و نقدی بھی تقسیم کی گئی۔

احرار فلڈ ریلیف پروگرام: حالیہ سیلاب سے پنجاب و خیبر پختونخوا کے کئی علاقوں میں تباہی و بربادی اور ایمرجنسی کی صورت حال پیدا ہوئی، مجلس احرار اسلام نے چناب نگر میں سالانہ فتح ربوہ گولڈن جوبلی احرار کانفرنس کی تیاریوں اور مصروفیات کے باوجود کئی دن تک 3000 سے زائد متاثرین اور بے گھر افراد تک کھانا اور جانوروں کے لیے چوکر وغیرہ پہنچانے کا اہتمام کیا۔

احرار فلڈ ریلیف پروگرام ملتان 2025ء کی مجموعی کارکردگی

علاقہ قاسم بیلہ، لنگڑیال، اکبری بند، موضع بکھری وغیرہ میں کی روز تک متاثرین میں پکا ہوا کھانا تقسیم کیا جاتا رہا۔

(1) سامان مچھر دانیاں تعداد 100 عدد　(2) خشک راشن بیگ 100 عدد

(3) ترپال تعداد 100 عدد　(4) صاف پانی کی بوتلیں تعداد 100 عدد پیٹ

(5) تحصیل علی پور کے علاقہ سر کی پتن میں ساکہ ویلفیئر سوسائٹی گجرات کے تعاون جبکہ مجلس احرار اسلام ضلع ملتان کے پلیٹ فارم سے سیلاب متاثرین میں بستر ے، کپڑے، جوتے تقسیم کیے گئے۔

(6) تحصیل احمد پور سیال کے علاقہ گڑھ مہاراجہ میں 53 خاندانوں میں راشن بیگ ونقدی دی گئی۔

(7) جلال پور پیروالا کے موضع عنایت پور میں سیلاب متاثرین میں 120 مچھر دانیاں تقسیم کیے۔

(8) تحصیل علی پور کے 36 خاندانوں میں راشن بیگ تقسیم کیے گئے

(9) جلال پور، علی پور شمالی، مراد آباد، علی پور کے علاقوں میں 25 نلکے اور واٹر پمپ لگوائے گئے۔

شعبہ کفالت نومسلمین کے تحت رمضان 1446 میں 60 نومسلم گھرانوں تک راشن پہنچایا گیا۔ جبکہ 30 گھرانوں میں عید پیکج دیے اور سال 2025 میں 61 افراد سے مستقل ماہانہ راشن، لباس، تعلیم، کرایہ مکان، علاج معالجہ اور نقد تعاون کیا گیا۔

5 افراد کو برسر روزگار کیا گیا اور عیدالاضحیٰ 1446 کے موقع پر 30 گھرانوں میں گوشت تقسیم کیا گیا۔

یاد رکھیے! ایمان سے بڑی کوئی نعمت نہیں۔ قادیانی! چناب نگر میں جدید ہسپتالوں، عصری تعلیم کے اداروں اور مالی تعاون کے جال بچھا کر مسلمانوں کے ایمان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ آیئے ہمارے ساتھ مل کر انسانیت کی خدمت کے ساتھ ان کے ایمان کا تحفظ کیجیے۔

الحمدللہ! ان تمام کاموں میں اللہ کی توفیق اور اس کے چنیدہ افراد کے حلال مال سے لاکھوں روپے سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔ احباب خیر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ان امور خیر میں بھر پور تعاون کریں۔

برائے رابطہ وترسیل زر: فون، وٹس ایپ 0301-7181267

مجلس احرار ڈیرہ اسماعیل خان کے زیر اہتمام سالانہ اجتماعات احرار

مجلس احرار اسلام پاکستان کے ناظم تبلیغ مولانا سید عطاء المنان بخاری نے 11 اور 12 دسمبر 2025 کو ڈی آئی خان کا تبلیغی و دعوتی دورہ کیا۔ گیارہ دسمبر کی رات ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے جہاں ملک عاصم عطاء، سالار مجید احمد احرار، مولانا عثمان علی استقبال کے لیے موجود تھے۔ احرار رہنماؤں سے ملاقات ومشاورت کی۔ بارہ دسمبر کی صبح فجر کی

نماز کے بعد بھائی محمد نعیم کی رہائش گاہ کے قریب مسجد معاذ بن جبل میں درس قرآن کریم ارشاد فرمایا اور بعدازاں کلاچی کی طرف روانہ ہوگئے۔ کلاچی میں احرار رہنماؤں بھائی شمس الرحمٰن، اسرار اللہ و دیگر نے استقبال کیا۔ وہاں قدیم احرار رہنما حاجی عبدالحمید خان کے جواں سال فرزند کی شہادت پر ان سے اور خاندان کے افراد سے تعزیت کی اور مقامی جماعت کے احباب سے ملاقات کی۔ خطاب و خطبہ جمعہ یونٹ شورکوٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد محمدی بابری میں مولانا محمد قاسم، حاجی عبدالقیوم کی صدارت و نگرانی میں ہوا۔ بعدازعصر تاسیس احرار کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب بخاری مسجد تھویا سیال میں شرکت کی اور مقامی امیر حاجی مشتاق احمد کے ساتھ پرچم کشائی کے بعد مختصر گفتگو کی اور مشن بخاری ختم نبوت کے تحفظ، ناموس اصحاب واز واج واولا د رسول کے تحفظ کی جدوجہد کو جاری رکھنے پر تجدید عہد کیا۔ اس موقع پر سرخ پوشان احرار کی بڑی تعداد موجود تھی اور فضا ختم نبوت کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ بعداز مغرب بخاری مسجد میں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی جس سے تمام جماعتوں کے نمائندہ علماء نے گفتگو کی صدارتی گفتگو مولانا سید عطاء المنان بخاری نے کی۔ کانفرنس میں مولانا عثمان علی، مولانا ثناء اللہ، مولانا محمد شعیب، ملک عاصم عطاء، بھائی محمد نعیم، بھائی محمد الیاس، عمر فاروق، محمد شعیب احرار، مولانا شفیع الرحمٰن، محمد ابوذر نعیم سمیت دیگر احرار رہنماؤں نے شرکت کی اور انتظامات کو سنبھالا۔ جبکہ عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

مجلس احرار اسلام ضلع سرگودھا کی جماعت کا انتخاب

قائد احرار حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری نے 19 دسمبر 2025 کا خطبہ جمعہ جامع مسجد سراج المدارس میں ارشاد فرمایا اور مجلس احرار شعبہ تبلیغ کے سرپرست حضرت خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم نے دعا فرمائی۔ بعدازاں حضرت قائد احرار نے کارکنان احرار کے اجلاس سے خطاب فرمایا اور آخر میں درج ذیل انتخاب عمل میں آیا:

مولانا مفتی عبدالصمد ساجد (سرپرست اعلی) ڈاکٹر ظہیر احمد حیدری (سرپرست) مولانا مفتی جنید اسلم صاحب (امیر) مولانا عبدالسمیع قریشی صاحب (ناظم) مولانا عمر فاروق مدنی (ناظم نشر و اشاعت)۔

مجلس احرار اسلام سلانوالی کے زیر اہتمام 18 دسمبر 2025 کو جامع مسجد خضری، اسلم کالونی میں اجتماع احرار بسلسلہ تاسیس مجلس احرار اسلام منعقد ہوا۔

قائد احرار مولانا سید محمد کفیل بخاری اور مولانا محمد مغیرہ مرکزی ناظم اعلی مجلس احرار اسلام نے بطور خاص شرکت فرمائی۔ جبکہ مقامی امیر بھائی محمد شاہد کی زیر نگرانی محمد ذیشان، عبدالقدیر احرار، محمد عارف احرار، محمد راشد، ندیم معاویہ و دیگر نے انتظامات کو حتمی شکل دی اور اجتماع کو کامیاب بنایا۔

اس موقع پر مجلس احرار اسلام سلانوالی کے مختلف یونٹس کے ذمہ داران و کارکنان، علماء، طلباء، تاجر اور عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جبکہ خضری مسجد کی انتظامیہ نے اجتماع کے حوالے سے خصوصی دلچسپی لی۔

مسافرانِ آخرت

☆......مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی سب سے چھوٹی بیٹی محترمہ نجم صاحبہ گزشتہ رات کیلیفورنیا (امریکہ) میں انتقال 30 نومبر 2025ء کو کر گئیں

☆......مجلس احرار اسلام میلسی کے رہنما اور جامعہ ابو ہریرہ کے استاذ الحدیث مولانا حاجی عبدالشکور کی والدہ مرحومہ انتقال 3 دسمبر 2025

☆......محترم حافظ عابد مسعود ڈوگر صاحب کی ممانی، بلال ڈوگر افضال ڈوگر اور حماد ڈوگر چک نمبر 47 بارہ ایل چیچہ وطنی کی والدہ محترمہ انتقال 5 دسمبر 2025

☆......چنیوٹ میں ہمارے کرم فرما حاجی عبدالمجید خان کی اہلیہ محترمہ 5 دسمبر 2025 جمعہ کی شام کو انتقال کر گئیں

☆......حکیم حسنین اختر مرحوم سلیمی دواخانہ والوں کی بھتیجی، محمود اختر صاحب مرحوم کی دختر اور حکیم حامد صاحب کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں۔ 9 دسمبر 2025

☆......مجلس احرار اسلام امرتسر (انڈیا) کے رہنما مولانا انور امرتسری کے والد جناب حبیب الرحمٰن مرحوم 6 دسمبر 2025 کو انتقال کر گئے۔

☆......چنیوٹ کے نامور صحافی حاجی بشیر حسین چمن نمائندہ جنگ انتقال 14 دسمبر 2025ء۔ حاجی صاحب نے زندگی بھر تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر نمایاں خدمات انجام دیں

☆......بستی مولویان رحیم یار خان میں مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن مولوی اللہ بخش احرار طویل علالت کے بعد 11 دسمبر 2025ء کو انتقال کر گئے۔ انہیں ابناء امیر شریعت رحمھم اللہ کے ساتھ رفاقت کا اعزاز حاصل تھا، گزشتہ ماہ ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا تو احرار سے اپنی رفاقت کو یاد کر کے روتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے، تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (سید کفیل بخاری)

☆......مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی، انتقال: 13 دسمبر 2025ء۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر حضرت مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ نے ممتاز روحانی شخصیت حضرت مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندیؒ کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پیر صاحب کی رحلت سے روحانی دنیا میں ناقابل تلافی خدا پیدا ہو گیا ہے۔ وہ اپنے عظیم والد کے قابل قدر جانشین اور زہد و تقویٰ کی عملی تصویر تھے۔ ان کی جدائی دینی حلقوں کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔

☆......نقشبندی سلسلے کی معروف ترین روحانی شخصیت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی 14 دسمبر 2025ء کو انتقال کر گئے۔ قائد احرار نے معہد الفقیر میں حضرت کے فرزندان اور خلفاء سے ملاقات اور تعزیت کی۔

☆...... پروفیسر عبدالواحد ندیم کے بھائی پروفیسر عبدالماجد ندیم (شعبہ عربی جامعہ پنجاب لاہور) کے چچا مولانا عبد الواسع عتیقی رحمہ اللہ انتقال 15 دسمبر 2205

☆...... مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق مرکزی امیر حضرت ملک عبدالغفور انوری رحمہ اللہ کی بیٹی، پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب اور عبدالروف خبیب کی والدہ ماجدہ انتقال 17 دسمبر 2025ء

☆...... مولانا عبدالرحمن علوی خطیب جامع مسجد اکال گڑھ راولپنڈی کے چھوٹے بھائی قاری ابوبکر خالد کے داماد اور مولوی محمد شریف مرحوم کے صاحب زادے محمد اسد مرحوم، بھلوال ضلع سرگودھا میں انتقال
کر گئے۔ انتقال: 17 دسمبر 2025ء۔

☆ حضرت پیر جی رحمہ اللہ کے رفیق سفر حافظ شفیق الرحمن مرحوم کی اہلیہ اور حافظ حذیفہ شفیق کی والدہ، انتقال 22 دسمبر

☆...... حاجی شفیق الرحمن اور حاجی عتیق الرحمن کی والدہ اور بھائی خلیق الرحمن (یونٹ قاسم بیلہ) کی پھوپی انتقال: 25 دسمبر 2025ء

☆ ہمارے ہم فکر دوست مولانا عبدالاحد انصاری (ملتان) کے نانا شاکر علی انصاری، انتقال 14 دسمبر 2025

☆...... وفاق المدارس العربیہ کے سرپرست مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب (کربوغہ شریف) کا انتقال 29 دسمبر 2025ء

قارئین سے گزارش ہے کہ تمام مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ایصال ثواب کا اہتمام کریں۔

☆......☆......☆

قارئین متوجہ ہوں!

ماہنامہ نقیب ختم نبوت مجلس احرار اسلام کا ترجمان اور تحفظ ختم نبوت کا علم بردار ہے۔ گزشتہ سینتیس برس سے اس عظیم مشن کی آبیاری کر رہا ہے۔ تبلیغی جذبے کے تحت بہت معمولی قیمت پر ماہانہ رسالہ آپ تک پہنچ رہا ہے۔ ماہنامہ **"نقیب ختم نبوت" ملتان کی قیمت فی شمارہ 50 روپے اور زر سالانہ 600 روپے** ہے۔ جن حضرات کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے وہ نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر کے زر سالانہ جمع کروا دیں۔ تا کہ ان کا رسالہ جاری رکھا جا سکے۔ جزاکم اللہ۔ **آپ کا یہ تعاون حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں معاون بھی ہوگا اور ذریعۂ نجات بھی۔ ان شاء اللہ**

دفتر ماہنامہ نقیب ختم نبوت، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان، محمد فیصل اشفاق 0304-2265485

☆......☆......☆

محبان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فدائیان ناموس ازواج
واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان سالانہ تبلیغی اجتماع
جانشین امیر شریعت حضرت مولانا
ابو معاویہ سید ابوذر بخاری
رحمۃ اللہ علیہ
بمقام
جامع مسجد
کرنالوی
قاسم بیلا
ملتان کینٹ
بتاریخ
18 رجب المرجب 1447
8 جنوری 2026
بروز جمعرات
بعد نماز مغرب ان شاء اللہ
امیر المومنین، امام المتقین
خلیفہ راشد و عادل و برحق
خال المومنین قاتل الکفار والمشرکین و السبائیین
66 واں سالانہ
عظیم الشان
یوم
سیدنا
معاویہ
بن ابی سفیان
رضی اللہ عنہما
محترم جناب سعید احمد انصاری
حضرت مولانا ناصر ملتانی
محترم جناب ملک عاشق کھوکھر
حضرت مولانا ناصر جمیل صاحب
قائد احرار
نواسہ امیر شریعت
مولانا حافظ سید محمد کفیل بخاری صاحب
نبیرہ امیر شریعت
حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنان شاہ بخاری صاحب
مرکزی ناظم تبلیغ مجلس احرار اسلام
پاکستان
مبلغ ختم نبوت
حضرت مولانا محمد اکمل احرار صاحب
امیر مجلس احرار اسلام ملتان
محمد گلزار
مبشر شاہ صاحب
محمد عباس احرار
محمد آصف صاحب
عبدالرشید صاحب
زاہد خان لودھی
عمر دین صاحب
خلیق الرحمن
عمران
محمد اسماعیل
مولانا مفتی محمد نجم الحق صاحب
ملتان
ناظم دعوت و تبلیغ مجلس احرار اسلام
محترم جناب محمد فرحان الحق حقانی
ترجمان مجلس احرار اسلام ضلع ملتان
حافظ محمد انس مدنی صاحب
کہروڑ پکا
عبدالباسط انصاری
محمد شادی اشتین
تقریری مقابلہ
دینی مدارس، اسکول و کالج اور یونیورسٹیز کے طلباء کے مابین
رجسٹریشن کیلئے رابطہ نمبر: 0304-2265485
اول انعام 10,000
دوم انعام 5,000
سوم انعام 3,000
رجسٹریشن کی تاریخ
یکم دسمبر 2025 تا یکم جنوری 2026
موضوع
امیر معاویہ بحیثیت خلیفہ راشد
شرکاء مقابلہ
درجہ رابعہ تا درجہ دورہ حدیث
میٹرک تا ایم اے
تقریر کا دورانیہ 5 تا 7 منٹ
شرائط مقابلہ
منتظمین کا فیصلہ حتمی ہوگا۔
منجانب
مجلس احرار اسلام یونٹ قاسم بیلا ملتان
0300 6385277
0303-6631714, 0332-4146316, 0303-5561802

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)......حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ۔

”الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ: مولانا **محمد امین** مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE
PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز

Head Office: Canal View, Lahore

الحمدللہ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ

آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس